تاریخ ہند کی کہانیان، چونکہ تاریخ بالخصوص اپنے ملک کی تاریخ ایک ایسی ضروری چیز ہے، جس سے بچون کو بے نیازی نہین ہوسکتی، لیکن اسکے ساتھ تاریخی واقعات اسقدر خشک اور روکھے پھیکے ہوتے ہین کہ بچون کو اُنسے دلآویزی نہین ہوسکتی، اسلیے بنت نصیر الدین حیدر تیموریہ نے اس کڑوی کسیلی دوا کو بچون کے لئے اسطرح خوشگوار بنایا ہے کہ ہندوستان کی قدیم تاریخ کے واقعات کو قصہ کے پیرایہ مین لکھا ہے، جس سے بچون کو قدرۃً دلآویزی ہوتی ہے، یہ کتاب الناظر پریس لکھنؤ مین چھپی ہے اور وہین سے ملسکتی ہے،

عورتون کی انشاء، مردون اور عورتون کے خیالات، جذبات، اور طرز معاشرت مین جس طرح فرق ہے، اسی طرح انکی زبان مین بھی یہ فرق موجود ہے، سیکڑون محاورے اور سیکڑون الفاظ ایسے ہین جو صرف عورتین بولتی ہین، مرد نہین بولتے، بیگم صفدر علی نے اس فرق کو طرز انشاء و تحریر مین بھی نمایان کرنا چاہا ہے، اور متعدد خط وکتابت درج کی ہے جو مختلف قسم کے تعلقات کی عورتون نے باہم کی ہے، اسی کتاب کا نام عورتون کی انشاء ہے جو الناظر پریس لکھنؤ مین چھپی ہے،

التعقبات البلیغہ علی رسالۃ المصافحۃ بالید الواحدۃ یہ ایک مختلف فیہ مسلہ ہے کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام سے ثابت ہے یا نہین؟ بعض علماء نے ایک رسالہ لکھا تھا جسمین ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو ثابت کیا تھا، یہ رسالہ اسیکا جواب ہے، ۳ر قیمت ہے، اور حاجی محمد محی الدین تاجر کتب نمبر ۲۹۹ موچی بازار لشکر بنگلور سے ملسکتا ہے،

عماد الصلوۃ، اس رسالہ مین نماز و وضو کے فرائض، سنن اور مستحبات درج ہین، قیمت ار ہے، اور سابق پتہ سے ملسکتا ہے،

رجسٹرڈ نمبر ۱۷۸۱

جلد دوم	ماہ ربیع الثانی سنہ ۳۶ھ مطابق ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ع	عدد دہم

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

ہندوستان مین علمار کی معقول تعداد ہے، لیکن غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ اس تعداد کا کثیر بلکہ تمامتر حصہ، ممالک متحدہ، بہار، بنگال اور پنجاب مین ہے، مدارس، بمبئی، برار، صوبہ متوسط اور چھوٹے چھوٹے قدیم صوبون مین جو پہلے علم دین کے مرکز تھے، وہان اس طبقہ کا فقدان عام ہے، صوبہ متوسط مین اسوقت بشکل چار پانچ عالم خاص اس ملک کے باشندے ملین گے، بمبئی کو چھوڑ کر وہ آفاقیون کا مسکن ہے، گاؤن، قصبون اور شہرون کا یہی حال ہے، مدراس کی حالت کو بھی اسی پر قیاس کیجیے، جس ملک کی یہ کیفیت ہو وہان کے مسلمان باشندون کی مذہبی بیداری اور فرائض شناسی کی نسبت آپ کیا قیاس کرسکتے ہین؟

آجکل اخبارات مین اشاعت اسلام، اشاعت اسلام کی پکار ہے، لیکن انکی نظر اس راہ کی دقتون پر نہین، حالت یہ ہے کہ کہنے کو تو اردو زبان تمام ہندوستان کی زبان ہے، اور شاید شہرون کی نسبت یہ بیان صحیح ہو، لیکن دیہاتون اور قصبون کے مسلمان جیسا چاہیئے اس زبان کو نہین سمجھتے باہر سے جو علمار وہان جاتے ہین وہ اول تو چند روز سے زیادہ قیام نہین کرسکتے، دوسرے انکے فصیح و بلیغ تقریرون کے سمجھنے والے وہان مفقود ہین، اسلئے اصلی طریقہ کار یہ ہے کہ وہان کے مسلمانون مین

عربی تعلیم کا ذوق پیدا کیا جاے، اور اس صوبہ کے چند لڑکون کو عالم بناکر انکے وطن مین واپس کیا جائے جہان وہ مستقل قیام کرکے اور اپنے اہل وطن کے ہر مجلس و خلوت مین شریک ہوکر انکے درمیان کام کرین،

ندوہ نے اسی طریقہ کو اختیار کیا ہے، اور اب چند سال سے اسکے سالانہ اجلاسون کا اہم المقاصد ہے، مدراس مین خود وہان کے چند مقدس روشن خیال علما کی کوشش سے ایک مدرسہ باقیات الصالحات نہایت کامیابی سے ندوہ کے اصول پر چل رہا ہے، امسال ناگپور مین ایک عربی درسگاہ کی تحریک پیدا ہوئی ہے، اور امید ہے کہ وہ کامیاب ہوگی، لیکن چونکہ ہر جگہ دارالعلوم جیسا مدرسہ قائم نہین ہوسکتا اسلئے اسکی کوشش کیجاتی ہے کہ طلبہ دارالعلوم مین لائے جائین، چنانچہ تین سال کی کوشش کے بعد دارالعلوم مین آپکو اب ہر صوبہ کے لڑکے مل سکتے ہین، بہار اور ممالک متحدہ تو ندوہ کی پرانی کمائی ہین، اب اسکا احاطہ بنگال، برہما، سیلون، مہاراشٹر، کرناٹک، ممالک متوسطہ و برار، مدراس اور پنجاب و پشاور تک پہنچگیا ہے، امید ہے کہ چند سال کے بعد ہمارے دو دو تین تین طالب العلم جب ان ممالک مین پہنچ جائین گے اور اپنے اخلاق اور جوش عمل سے وہان کے مسلمانون کو مطمئن کردینگے تو مسلمانون کی ترقی کا ایک نیا باب کھل جائیگا،

بنگال کے طالب العلم ہر مدرسہ مین ہوتے ہین لیکن تجربہ اور مشاہدہ گواہ ہے کہ عمر بھر پڑھنے کے بعد بھی انکی بنگالیت رفع نہین ہوتی، لیکن الحمد للہ کہ دارالعلوم ندوہ کی آب و ہوا ان نقائص کو دور کرنے مین کامیاب ہو رہی ہے، امسال ناگپور کے اجلاس مین مولوی عبداللہ بنگالی نے جس خوبی اور صفائی لہجہ کے ساتھ عربی مین تقریر کی کہ تمام علماے حاضرین صداے احسنت و مرحبا بلند

کررہے تھے، اور جب کی تقریر کے بعد مین نے اٹھکر یہ بتایا کہ یہ طالب العلم بنگال کا رہنے والا ہے تو سب محو حیرت ہو گئے،

اسسال اجلاس ناگپور متعدد حیثیتون سے کامیاب رہا، یاد ہوگا کہ گذشتہ دسمبر کے اجلاس ہاے کلکتہ پر ایک شذرہ مین ہم نے اظہار افسردگی کیا تھا، ندوہ کے اجلاس ناگپور نے اسکی پوری تلافی کردی، کلکتہ مین ایک طرف کانگرس کا جوش وخروش اور دوسری طرف لیگ اور کانفرنس کی افسردگی دیکھکر ہر مسلمان بجاے خود اپنی ذلت آپ محسوس کررہا تھا، لیکن اصل یہ ہے کہ یہ خود ہماری غلطی ہے، مسلمانون کے جوش وخروش اور قوت عمل کا نظارہ صرف ایک ہی تماشاگاہ مین ہوسکتا ہے اور وہ مذہب ہے اور اسی کے اندر سب کچھ ہے،

جناب مولانا حبیب الرحمن خان شروانی صدر ندوۃ العلماء اور مولانا شاہ سلیمان صاحب کے استقبال مین وہ جوش، ازدحام اور ولولہ تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ آج ناگپور کی تاریخ بدل جائیگی، والنٹیر جس ہمت اور ذوق دینی سے مصروف کار تھے وہ تماشا دیکھنے کے لائق تھا، باہر سے اس کثرت سے مہمان آئے تھے کہ سچ یہ ہے کہ میزبان اس بار کو بمشکل سنبھال سکے، نوسو ڈیلیگیٹ مختلف مقامات سے آئے تھے، ان مین زیادہ تعداد تو خود صوبہ کے اندر کی تھی، باہر کے صوبون مین سے زیادہ مدراس کے لوگ تھے، رات کے مجالس وعظ مین پانچ ہزار آدمیون کا مجمع تھا،

تیسرے دن جب چندہ کی تحریک ہوئی ہے تو گو چندہ کی کوئی بڑی رقم کی امید نہ تھی کہ یہان امراء کی آبادی نہین، لیکن ہم نے اپنے انہین غریب بھائیون مین وہ جوش دیکھا کہ تین تین میزین

مختلف مقامات پر چندہ لینے کے لئے بچھائی گئی تھین، لیکن حالت یہ تھی کہ ہر جگہ ایک بھیڑ سی لگی تھی، اور بمشکل یہ مہلت کارکنون کو ملتی تھی کہ وہ انکے صحیح نام اور پتہ لکھ سکین، مذہبی تعلیم اور علوم اسلامیہ کے احیاء کے جو وعظ وہ سن رہے تھے اسکا یہ اثر تھا کہ لوگون پر گریہ اور رقت طاری تھی، اور بعض عملاً اپنے عزیزون اور فرزندون کو اس خدمتگذاری کے لئے نثار کررہے تھے، اور ہم بمشکل ان مین سے چند کو لے سکے، یہ سُن کر تعجب ہوگا کہ وہ جنٹلمین مسلمان جو اسقدر آزاد ہین کہ اپنی لڑکیون کو بشوق انگریزی تعلیم بے پردہ دلا رہے ہین وہ بھی اپنے اصلی جوش مذہبی کو نہ دبا سکے، اور اپنے دو عزیزون کو اسی وقت انھون نے مذہبی تعلیم کیلئے وقف کردیا۔

وہ سمان نہ بھولیگا جب ایک ہندو برہمن نے اپنی دس روپیہ کی رقم ان الفاظ کے ساتھ جلسہ مین پیش کی کہ "مین یہ حقیر رقم ان احسانات کی یادگار مین دیتا ہون کہ جو مسلمان بادشاہون نے ہمارے اسلاف پر کئے تھے، یہ روپیہ اس فارسی زبان کی تعلیم پر صرف کیا جاے جسمین ہمارے بزرگون کو سلاطین سے سندین ملتی تھین!!"

اس اجلاس کا سب سے مفید کام یہ ہوا کہ صوبہ برار و متوسطہ کے لئے ایک انجمن بنام معین الندوہ قائم ہوئی جسکے کارکن بھی اسی اثناے اجلاس مین انتخاب کرلئے گئے، انتخاب کا معیار عزت وجاہ نہین، بلکہ درد دینی اور ذوق عمل قرار دیا گیا ہے، یہ مجلس اپنے تمام صوبہ مین مذہبی دعوت اور تعلیم کا کام انجام دیگی، بالفعل اسکے ماتحت عربی کا ایک ابتدائی مدرسہ قائم ہوگا۔

مقالات

مقدمۂ رُوح الاجتماع

(۲)

یہی نقطۂ بحث ہے جسکو سب سے پہلے مہذب ممالک مین لیبان نے دریافت کیا لیبان نے پہلے مدتون مختلف ممالک مین سیاحت کی، مختلف قومون کے عادات اطوار، خوبو اور انکے آئین قومی دریافت کئے، اور ایک مدت تک مختلف قومون اور مختلف جماعتون مین رہکر انسے جماعتون کے طریق کار اور حیات اجتماعی کے ایک ایک شعبہ سے واقفیت پیدا کی، اور اسکے بعد علم نفسیات اجتماع کو مدون کیا،

علم نفسیات جماعت کو لیبان نے جسطرح مرتب کیا ہے اسمین لیبان کو دیگر علماء سے چند باتون مین خاص امتیاز حاصل ہے، اور چونکہ لیبان کے علاوہ کسی مصنف کی کوئی دوسری کتاب ایسی موجود نہین ہے، جسمین مستقل طور پر صرف نفسیات جماعت سے بحث ہو اسلئے ہم لیبان کی خصوصیات کو اُسکے اوراق سے لیکر ذیل مین بیان کرتے ہین،

(۱) لیبان کی سب سے بڑی خصوصیت جسمین سب علماء پر اسکو فوقیت حاصل ہی یہ ہے کہ علم الاجتماع کے اس پہلو پر مہذب ممالک مین سب سے پہلے اسی نے قلم اُٹھایا، گو بلاشبہہ امریکہ اور انگلستان کے بعض علماء نے بھی اس پہلو پر نظر ڈالی ہے، لیکن اس پہلو کو انھون نے کوئی خاص اہمیت نہین دی ہے بلکہ عام علم النفس کے ضمن مین جا بجا علم الاجتماع کے اس پہلو پر بھی نظر ڈال گئے ہین، نفسیات جماعت پر مستقل طور پر نظر ڈالنا اور اصول و فروع کو

...یب دینا اور بات ہے، اور کسی خاص بحث کے ضمن مین تھوڑا سا اس پہلو پر بھی بحث کر لینا اور بات ہے،

خود لیبان کو علماء سے یہ شکایت ہے کہ انھون نے علم الاجتماع کے اس پہلو کے جانب کوئی خاص توجہ نہین کی، لیبان ایک مقام پر کہتا ہے،

"جماعتون کا بیان بڑھتے بڑھتے طویل ہو گیا، حالانکہ ہمین انکے بابت بہت تھوڑا علم ہے، بات یہ ہے کہ جن لوگون نے علم النفس کے جانب توجہ کی ہے وہ جماعتون سے کنارہ کش رہے، اور اسلئے ہمیشہ انکے حالات سے ناواقف رہے"

پھر دوسری جگہ کہتا ہے:

"جماعت کے نفسانی حالات کے متعلق ہماری بحث بہت مختصر اور بطور سابقہ تصانیف کے خلاصہ کے ہوگی، اور ناظرین ان ہی مسائل سے واقف ہو سکین گے جو اس فن کے ابتدائی مسائل ہین، کیونکہ میری حالت تو یہ ہے کہ مین نے ایک ایسی زمین پر قدم رکھا ہے جو ایک مدت سے بنجر چھوڑ دیگئی تھی، اسلئے مین تو تمام فروع و اصول کا استقصاء نہین کر سکتا، البتہ دوسرے لوگون کو یہ چاہیئے کہ ان مسائل مین خوب غور و خوض کر کے اصول و فروع کو ترتیب دین"

لیبان کو علمائے علم النفس سے عام شکایت ہے جسکا اظہار اس نے اپنی کتابون مین متعدد مقامات پر کیا ہے، حالانکہ لیبان کہتا ہے کہ اس علم کے فوائد بیشمار ہین، اس علم کے جن فوائد کو لیبان نے گنوایا ہے وہ حسب ذیل ہین،

(۱) اس علم کا سب سے ادنیٰ فائدہ تو یہ ہے کہ علم شئے بہ از جہل شئے،

لیبان کہتا ہے:

"جماعت کے نفسانی حالات کا معلوم کرنا بیحد ضروری ہے خواہ ہم اسکا علمی حصہ حاصل کرین یا صرف واقعات کی حقیقت دریافت کرلین، بہر حال جسطرح علم زراعت کی واقفیت کسیقدر فائدہ مند ہوتی ہے، اسی طرح انسان سے جو افعال صادر ہوتے ہین انکے اسباب کا دریافت کرنا بھی فائدہ سے خالی نہین"،

یہ ایک عام فائدہ ہے لیکن اس علم کا دوسرا فائدہ جو ہے وہ یہ ہے کہ

(۲) بہت سے واقعات تاریخی ایسے ہین جنکے علل و اسباب کا اسوقت تک پتہ نہین چلتا تاوقتیکہ جماعتون کے نفسانی حالات سے واقفیت نہ پیدا کیجاے، علم نفسیات جماعت کا یہ فائدہ مبنی ہے اس اصول پر جسکو ہم ایک ہی آدھ صفحہ اُدھر لکھ آئے ہین، اور وہ یہ ہے کہ ہیئت اجتماعی کے تغیرات مین جن اسباب و موثرات کو دخل ہوتا ہے ان مین سب سے زیادہ اہمیت اندرونی موثرات یعنی ہیئت اجتماعی کی اندرونی ترکیب کو حاصل ہوتی ہے اور یہ اندرونی ترکیب عبارت ہے جماعت کے خیالات، جذبات، افکار وغیرہ سے جو نفس انسانی کے مظاہر ہین، پس جب کسی ہیئت اجتماعی کے تغیرات کے اسباب دریافت کرنا ہون تو پہلے خود اس ہیئت اجتماعی کی اندرونی ترکیب اور اسکے نفسانی حالات کی جستجو کرنا چاہیئے کہ بغیر ان نفسانی حالات کا علم حاصل کئے ہوئے اس ہیئت اجتماعی کے تغیرات کے اسباب سے واقفیت نہین ہو سکتی،

موسیو لیبان نے علم نفسیات اجتماع کے اس خاص فائدہ کو اپنی کتاب مین ہمیشہ جگہ دی ہے، چنانچہ ایک مقام پر لکھتا ہے،

"اس علم سے ایسے بیشمار اخلاقی اور اجتماعی واقعات کی توجیہ ہوجاتی ہے جنکی حقیقت سے واقف ہونیکا کوئی اور ذریعہ نہین"۔

ان فوائد کے علاوہ اس علم کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ

(۳) مختلف جماعتون کی قیادت بلا اسکے کہ جماعت کے نفسانی حالات سے واقفیت پیدا کیجاے ناممکن ہے، اسلئے خاصکر ان لوگون کو اس علم کے جانب زیادہ توجہ کرنا چاہیئے جنکے ہاتھون مین مختلف قومون کی زمام سیاست ہوتی ہے، اور جنکا ایک اشارہ قومون کے حالات مین عظیم الشان تغیر پیدا کر دیتا ہے،

لیبان کہتا ہے،

"جماعتون کے نفسانی حالات سے واقف ہونا اس زمانہ مین اسقدر ضروری ہوگیا ہے کہ ہر بڑے سے بڑا سیاست دان اس جانب خاص توجہ کرتا ہے نہ اسلئے کہ اس ذریعہ سے وہ جماعت پر اپنی حکومت اور سیادت قائم کرے کیونکہ یہ بہت مشکل ہے بلکہ اسلئے کہ اس ذریعہ سے وہ جماعت کے زور کو گھٹا سکے"۔

اور یہی سبب ہے کہ لیبان دوسرے موقع پر کہتا ہے،

"حالانکہ وہ لوگ جنھون نے دنیا پر حکومت کی ہے اور جنکے ہاتھون مین اقوام و ممالک کی عنان حکومت رہی ہے، بانیان مذاہب سے لیکر بانیان حکومت تک اور پیغمبران مذاہب سے لیکر سیاست دان مدبرین تک حتی کہ وہ لوگ بھی جو چھوٹے چھوٹے قبائل کے سردار رہے ہین یہ سب لوگ ہمیشہ علم النفس کے ماہر ہوے ہین"،

لیبان کہتا ہے کہ جماعت کی قیادت وہ شخص نہین کرسکتا جو جماعت کے نفسانی حالات سے ناواقف ہو جسکو یہ نہ معلوم ہو کہ جماعت کو کس طرح اثر پذیر کرنا چاہیئے، خطیبانہ انداز کا جماعت پر کیا اثر پڑتا ہے، غیر معقول دلائل سے جماعت کس طرح اثر پذیر ہوتی ہے، بعض خاص الفاظ اور جملون کو جماعت کیون ناپسند کرتی ہے، جس شخص کو ان تمام امور کا علم نہو وہ ہرگز قیادت کی

صلاحیت نہین رکھتا، اسلئے جب کسی قوم کی عنان سیاست اپنے ہاتھ مین لینا ہو تو سب سے پہلے جماعت کے ان نفسانی حالات کا علم حاصل کرنا چاہیئے،

غرض یہ اس علم کے چند مختصر سے فوائد ہین جنکو لیبان نے جابجا اپنی کتابون مین ذکر کیا ہے، اور اس بات پر حیرت کی ہے کہ باوجود ان فوائد کے علماء علم النفس اس فن سے کیون اسقدر بیگانہ نظر آتے ہین،

(۲) دوسری بڑی خصوصیت لیبان کی یہ ہے کہ جنلوگون نے علم الاجتماع سے بحث کی ہے انھون نے ان موثرات مین جو ہیئت اجتماعی پر اثر کرتے ہین، قومون کے نظام اخلاق اور مذہب کے اثر کو بہت کم اہمیت دی ہے، بلکہ اکثرون نے تو سوسائٹی کے موثرات مین نظام اخلاق اور مذہب کو شمار ہی نہین کیا ہے، لیکن بخلاف اسکے لیبان نے نظام اخلاق اور مذہب کے اثر کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے بلکہ قومون کے مزاج عقلی کی تکوین کا بھی مدار اس نے اپنی دوسری کتاب **انقلاب الامم** مین اسی نظام اخلاق ہی پر رکھا ہے اور اپنی دوسری کتاب روح الاجتماع مین جسکا ترجمہ آیندہ صفحات مین ناظرین کے پیش نظر ہے اسکی ایک خاص فصل مین اُس نے مذہب کے اثر سے بحث کی ہے،

نظام اخلاق کے اثر سے علماء علم الاجتماع نے جو غفلت برتی ہے اسکے بابت لیبان اپنی دوسری کتاب "انقلاب الامم" مین ایک موقع پر لکھتا ہے،

جن ماہرین علم النفس نے نفسیات اجتماع سے بحث کی ہے انکے ضعف نتائج کا بڑا سبب یہ ہے کہ انھون نے اپنے مباحث کو صرف عقلی مسائل پر محدود کر لیا ہے اور قومون کے نظام اخلاق سے بالکل بحث نہین کی ہے، مین کسی ایسے شخص سے واقف نہین جس نے نظام اخلاق کی اہمیت سے بحث کی ہو، بجز موسیو پولہان اور ایم ریبو کے

کہ ان دونون نے اس جانب تھوڑی سی توجہ کی ہے،،

عموماً فلاسفہ نے سوسائٹی کے موثرات مین ان چیزون کو داخل کیا ہے جو مادی حیثیت سے جماعت پر اثر کرتی ہین، ملک کی آب وہوا، ماحول، اور اسی قسم کے دیگر موثرات کو انکے نزدیک زیادہ اہمیت حاصل ہے، اور وہ واقعات کی جو توجیہ کرتے ہین تو محض مادیین کے اصول پر حالانکہ لیبان کہتا ہے کہ ان ظاہری اسباب کے پیچھے اسقدر کثرت سے چھپے ہوئے موثرات ہوتے ہین جن تک عقل انسانی کی رسائی ہی ہو نہین سکتی،

چنانچہ لیبان روح الاجتماع مین ایک مقام پر لکھتا ہے،

زمانہ حال کے بعض مورخین خصوصاً موسیو ٹائن انقلاب فرانس کے بعض واقعات کی توجیہ کرنے مین جو ناکامیاب رہے اسکا باعث بجز اسکے کچھ نہین معلوم ہوتا کہ موسیو ٹائن نے جماعت کے نفسانی حالات سے واقفیت پیدا کرنیکی کوشش نہین کی بلکہ ان مشکل مباحث مین بھی اُس نے مادیین کا وہی طرز اختیار کیا جو عموماً واقعات کی توجیہ کرتے وقت وہ اختیار کرتے ہین، مادیین اخلاقی قوتون سے بہت کم بحث کرتے ہین حالانکہ ان ہی قوتون کی بنیو پر تاریخ کی عمارت تعمیر ہوتی ہے،،

پھر اسکے بعد ایک خاص فصل مین لیبان نے دعوے کیا ہے کہ جماعت کے اعمال و افعال پر مذہب کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے جس سے انکار کرنا واقعہ سے انکار کرنا ہے،

اس فصل کے آخر مین لیبان ایک مقام پر لکھتا ہے،

پس مذہب کو جماعت کے مشاعر و احساسات اور اعمال و افعال پر جو تسلط اور غلبہ حاصل ہے اسکی بنا پر میرا یہ خیال ہے کہ کوئی شخص اہم تاریخی واقعات کی حقیقت کو اسوقت تک تمام و کمال نہین سمجھ سکتا تاوقتیکہ وہ ان دینی معتقدات سے واقفیت نہ پیدا کرے

جو ان واقعات کی آرٹین جماعت کی قیادت کرتے ہین، پھر بعض تاریخی واقعات تو
ایسے گذرے ہین جنکی توجیہ جماعت کے اعتقادی پہلو کے علاوہ کسی اور پہلو سے ہو ہی
نہین سکتی یہی وجہ ہے کہ موسیو طائن نے جو ایک زبردست فلسفی مورخ گذرا ہے اگرچہ واقعۂ
انقلاب فرانس کی تاریخ لکھتے ہوے اس واقعہ کے تمام جزئیات پر مورخانہ اور محققانہ
نظر ڈالی ہے، لیکن چونکہ اس نے جماعتون کی اس نفسانی حقیقت کو کہ جماعتین ہمیشہ مذہبی
جذبہ کی محکوم ہوتی ہین نظرانداز کر دیا جاے، اسلئے بعض واقعات کے اسباب وعلل
دریافت کرنے مین وہ ناکام رہا،

حاصل یہ ہے کہ لیبان کے نزدیک جماعتون اور قومون کے تغیرات جن نفسانی موثرات کے
معلول ہوتے ہین ان مین قومون کے مذہب اور اُنکے نظام اخلاق کے اثر کو بڑی اہمیت حاصل ہے
اور اس اہمیت کو یا تو بعض فلاسفہ اور مورخین نے بالکل نظرانداز کر دیا ہے اور یا اگر اسکے جانب
کسی نے توجہ بھی کی ہے تو محض سطحی توجہ کی ہے، لیبان زمانۂ حال مین پہلا فلسفی ہے جس نے
ان نفسانی موثرات سے نہایت شرح وبسط کے ساتھ اپنی کتابون مین بحث کی ہے،

(۳) تیسری بڑی خصوصیت لیبان کی یہ ہے کہ اول تو لیبان کے پہلے کسی مصنف نے
نفسیات جماعت کے موضوع پر مستقلاً قلم اُٹھایا ہی نہین جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہین اور اگر قلم
اُٹھایا بھی ہے تو محض اس پہلو پر اُٹھایا ہے کہ جماعت سے مجرمانہ افعال کا صدور کیونکر ہوتا ہے
یعنی یہ کہ جن جرائم کے ارتکاب سے انسان انفرادی حالت مین ہچکچاتا ہے ان افعال کے
ارتکاب پر اجتماعی حالت مین اُسکو کیسے جرات ہوتی ہے، اور پھر اس موضوع بھی جنلوگون نے
کچھ لکھا ہے وہ ججون کی ایک جماعت ہے جنھون نے عدالتون کی کرسیون پر بیٹھکر صدہا مقدمات
اس قسم کے فیصل کیے ہین اور اپنے اس تجربہ کی بنا پر اُنھون نے اعداد وشمار سے یہ نتیجہ نکالا کہ

جماعت صرف مجرمانہ افعال کا ارتکاب کر سکتی ہے،

لیبان اسکے متعلق "روح الاجتماع" مین ایک مقام پر لکھتا ہے،

"البتہ تھوڑے دنون سے انکو کچھ اس جانب توجہ ہوئی ہے مگر اب بھی انکی نگاہ جس
حیثیت سے جماعتون پر پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ جماعتین ناسزا افعال اور جرائم کا ارتکاب
کرتی ہین، بلاشبہ یہ صحیح ہے کہ دنیا مین جرائم پیشہ جماعتین بھی پائی جاتی ہین لیکن انکے
ساتھ دنیا مین نیک چلن اور بہادر جماعتین بھی ہین، پس جماعتون کو صرف ارتکاب جرائم
کی نگاہ سے دیکھنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم کسی شے پر صرف ایک حیثیت سے نظر ڈالین لیکن
یہ ظاہر ہے کہ جس طرح کسی شخص کے صرف ظاہری عیوب دیکھ لینے سے اسکے پورے اوصاف
اور پورے حالات کا علم نہین ہو سکتا، اسی طرح صرف اس بات کی واقفیت سے کہ جماعت
کبھی ارتکاب جرائم کرتی ہے، جماعت کے پورے حالات کا علم نہین ہو سکتا ہے۔"

پھر دوسری جگہ لیبان لکھتا ہے،

"جن علما نے اس علم کے جانب توجہ کی ہے اُنکے مباحث زیادہ تر جماعت کی مجرمانہ
حیثیت سے متعلق ہین، لیکن مین نے اس موضوع پر صرف ایک فصل مین بحث کی ہے
اور وہ بھی مختصر ہے، اسلئے مین مناسب سمجھتا ہون کہ ناظرین کو ایم تارڈ اور موسیو سیگل کے
اس رسالہ کی جانب توجہ دلاؤن جسکا نام "جماعات جارمہ" ہے، اور خصوصیت سے زیادہ
اسلئے ان کتابون کے جانب توجہ دلانیکی ضرورت ہے کہ مین نے جماعت کے قواے عقلی کے
متعلق جو خیالات ظاہر کیے ہین وہ ان دونون مصنفون کے خیالات کے عکس ہین۔"

پھر اسکے بعد لیبان نے جہان پر جماعت کے اخلاق سے بحث کی ہے وہان اُس نے
نہ صرف یہ بتایا ہے کہ جماعت سے بسا محاسن اخلاق کا ظہور اور نیک افعال کا صدور بھی

ہوتا ہے بلکہ اسکے ساتھ اس نے ان لوگون کی غلطی کا سبب بھی جتا دیا ہے جو جماعت پر صرف اسکی مجرمانہ حیثیت سے نظر ڈالتے ہین، چنانچہ لیبان کہتا ہے،

"بعض ماہرین نفسیات نے جو جماعت پر صرف اسکی مجرمانہ حیثیت سے نظر ڈالتے ہین مطلقاً حکم جو لگا دیا ہے کہ جماعت کے اخلاق ہمیشہ انحطاط پذیر ہوتے ہین اسکا باعث صرف یہ ہے کہ انھون نے جماعت کے اخلاق پر یکرخی نظر کی ہے یعنی انھون نے صرف یہ دیکھ لیا کہ وہ شر و فساد کے جانب زیادہ مائل ہوتی ہے اس بنا پر انھون نے کہدیا کہ جماعت ہمیشہ بد اخلاق ہوتی ہے"

پھر اسکے بعد جماعت کے اخلاق کے بابت لیبان یہ دعوی کرتا ہے کہ

"تاریخ کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ افراد نے نہین بلکہ جماعتون ہی نے نزاہت، اخلاص عمل، اور عظائم اعمال کی مسلم الثبوت مثالین پیش کی ہین"

یہ تو لیبان کا عام دعوے ہے کہ جماعت کے اخلاق بسا اوقات پاکیزہ بھی ہوتے ہین، لیکن جس خاص فصل مین اس نے جماعت کی مجرمانہ حیثیت سے بحث کی ہے اور جرائم پیشہ جماعتون کی سائیکالوجی لکھی ہے وہان دیگر مصنفین کے خلاف اس نے نہایت بلند آہنگی کے ساتھ یہ بھی دعوی کیا ہے کہ جماعت سے درحقیقت کبھی مجرمانہ افعال کا صدور ہی نہین ہوتا، یون قانون کی نظر مین خواہ انکے افعال جرم کی حد کے اندر آجاتے ہون لیکن فلسفیانہ نقطۂ نظر سے انکے افعال پر جرم کا اطلاق کرنا صحیح نہین ہے، لیبان کہتا ہے،

"یہ صحیح ہے کہ جماعت کے بعض افعال بعض وقت جرم کی حد کے اندر آجاتے ہین لیکن یہ جرائم اسی طرح کے ہوتے ہین جس طرح ایک درندہ جانور جرائم کا ارتکاب کرتا ہے اور باوجود اسکے درندہ کو کوئی مجرم نہین کہتا، بات یہ ہے کہ جماعت سے جو جرائم سرزد ہوتے ہین، وہ کسی ہیج شدید کی بدولت اس سے وقوع مین آتے ہین، اور اس ہیج شدید سے متاثر ہوکر جو افراد ان جرائم کا ارتکاب کر رہے ہین وہ یہ نہین سمجھتے ہین کہ وہ جرائم کا ارتکاب کر رہے ہین بلکہ وہ یہ سمجھتے ہین کہ وہ ایک واجب یا فرض ادا کر رہے ہین اور ظاہر ہے کہ یہ شان مجرمون کی نہین ہوتی ہے"

غرض لیبان نے اس کتاب مین درجہ بدرجہ ثابت کر دیا ہے کہ اصل مین جماعت کے جانب مجرمانہ فعل کا انتساب کرنا ہی غلط ہے اور خاصکر جنلوگون نے جماعت پر محض مجرمانہ حیثیت سے نظر ڈالی ہے انکی غلطی نہ صرف اتنی ہے کہ انھون نے جماعت کے جانب مجرمانہ افعال کا انتساب کیا بلکہ انھون نے اس مسئلہ پر یکرخی نظر کی ہے، یہ لیبان کی خاص تحقیق ہے جس مین وہ دیگر علمائے یورپ کے مقابل مین منفرد ہے،

لیبان کے یہ چند خصوصیات ہین جنمین وہ تمام متقدمین اور متاخرین علمائے علم النفس پر خاص فوقیت رکھتا ہے، اور جنکو اس نے اپنی کتابون مین جا بجا خود ذکر کیا ہے ان خصوصیات کا لحاظ کرتے ہوئے غالباً لیبان کا یہ دعوی کہ نفسیات اجتماع پر مستقل حیثیت سے اسکے پہلے کسی نے قلم نہین اٹھایا، کچھ بیجا دعوی نہین ہے، پھر لیبان کے نظریات اپنی جگہ پر خواہ کتنے ہی مکمل ہون لیکن اسکی تصنیفات اسقدر جا و بیجا تکرار اور حشو و زواید سے مملو ہین کہ جس جگہ اسی تکرار دعاوی کی بدولت مطالعہ کرنیوالے کی طبیعت مین انتشار پیدا ہو جاتا ہے مگر اس سقم کے ساتھ یہ بھی پیش نظر کرلو کہ لیبان ہی پہلا شخص ہے جس نے اس موضوع پر سب سے پہلے مستقل حیثیت سے قلم اٹھایا ہے، اور اسکے پیشتر جنلوگون نے اس موضوع پر بحث بھی کی تو انکے نتائج اور مباحث اسقدر ناقص اور خلاف واقعہ تھے کہ اس موضوع پر گئے، وقت لیبان کو ان نتائج سے قطع نظر کرکے علم کے مبادی اور مسائل کو نئے سرے

خود ترتیب دینا پڑا اور ہر مسئلہ کے اصول و فروع خود لیبان ہی نے ترتیب دیئے، پس ان تمام امور کا لحاظ کرنے کے بعد لیبان کی تصنیفات کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے اور علماے یورپ مین لیبان ایک خاص امتیاز کا مستحق ٹھہرتا ہے،

سیرۃ نبوی

سیرۃ نبوی کی پہلی جلد حسب ذیل مباحث پر مشتمل ہے،

(۱) دیباچۂ جامع سیرت

(۲) سرنامۂ مصنف

(۳) فہرست مضامین

(۴) سیرۃ نبوی کی ضرورت، فن سیرت، تصنیفات پر نقد، اصول روایت پر بحث، تاریخ قبل اسلام، ولادت، بعثت، ہجرت، مغازی، ایک ایک غزوہ کا ترتیبی ذکر، غزوات اور سرایا پر نظر،

اس جلد کی قسم اول اور قسم آخر تیار ہے، صرف ٹائٹل باقی ہے، قسم دوم کا کاغذ گھٹ گیا تھا، اب بڑی مشکل سے ملگیا، وہ بھی عنقریب تیار ہوجائیگا، عمدہ جلد بندی کے لئے کارخانون سے گفتگو ہو رہی ہے، ملک عرب اور بعض مقامات عرب کے صحیح نقشے تیار کرائے جا رہے ہین، کتاب چھپکر جب دفتر مین آجائیگی تو خریدارون کو دفتر کی طرف سے خود اطلاع دیدی جائیگی، شائقین کثرت سوالات اور استفسارات سے دفتر کو اور ضرور کامون سے مصروف نفرمائین، ہم اپنے فرائض سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہین،

کاغذ اور سامان طبع کی گرانی کے باعث مصارف بے انتہا ہو رہے ہین اور ابتک وہ منقطع نہین ہوے اسلئے قیمت کی تحدید بھی ناممکن ہے، تاہم یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ ہر طبقہ کے لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکین گے

اسلام اور نصرانیت کی کشمکش مملکت روس مین

(۱)

از مولانا عبدالسلام ندوی

تو اے کبوتر بام حرم چہ میدانی   طپیدن دل مرغان رشتہ بر پارا

جو مسلمان زیر سایۂ دولت برطانیہ آزادانہ مذہبی زندگی بسر کرتے ہین، غالباً انکا خیال ہوگا کہ مذہبی آزادی عموماً یورپین سلطنتون کا طغراے امتیاز ہے، اسلئے ہمارے جو بھائی دوسری یورپین سلطنتون مین آباد ہین، وہ بھی ہماری طرح تمام مذہبی خطرات سے آزاد ہین، لیکن ہمین اگر ہمکو اپنی خوش قسمتی، اور اپنے دوسرے بھائیون کی بدبختی کا موازنہ کرنا ہے تو ہمکو مصر و ہندوستان سے نکلکر روسی حدود حکومت مین قدم رکھنا چاہیئے، وہان ہمکو نظر آئیگا کہ ع این زمین را آسمانے دیگر است،

روسی سلطنت ایک مدت سے ترکستانی علاقون کی مسلمان آبادی پر حکمران ہے اور مختلف طریقون سے انکے مذہبی عقائد و اعمال پر اپنا اثر ڈال رہی ہے، اسلئے سیاسی مقاومت و مدافعت کے ساتھ روس مین اسلام و نصرانیت کے کشمکش کی ایک مستقل تاریخ پیدا ہوگئی ہے، [1]

(۱) پہلا دور ۱۵۵۲ء سے شروع ہوا اور ۱۷۶۴ء تک قائم رہا، اس دو سو برس کی مدت مین علانیہ جبر و اکراہ کے ساتھ اسلام کے مٹانے اور نصرانیت کے پھیلانے کی کوشش کیگئی،

---

[1] ماخوذ از تلفیق الاخبار و تلقیح الآثار فی وقائع قزان و بلغار و ملوک التتار، ترکون اور تاتاریون کے قدیم و جدید حالات مین یہ ایک جدید کتاب ہے جو دو جلدون مین لکھی گئی ہے، روسی مسلمانون کے متعلق ہم ایک سلسلۂ مضامین لکھین گے جو تمامتر اس کتاب سے ماخوذ ہوگا، یہ مضمون اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے،

(۲) دوسرے دور کی ابتدا کیتھرائن ثانی کے زمانہ سے شروع ہوئی اور وہ الگزینڈر ثانی کے زمانہ تک قائم رہا، یہ سو برس کا زمانہ ہے، جسمین دور گذشتہ کی تلافی کیگئی، اور مختلف اسباب کی بنا پر مسلمانون کو ہر قسم کی مذہبی آزادی عطا کیگئی،

(۳) تیسرا دور جو اسکے بعد شروع ہوا اور تقریبًا نصف صدی تک قائم رہا، وہ مقاصد و اغراض مین پہلے دور سے متحد لیکن طرز عمل مین اس سے مختلف تہا، اس دور مین جبر و اکراہ کے بجائے سیاسی چالون سے اسلام کو صدمے پہنچائے گئے، اور اسکی ترقی مین مخفی رکاوٹین پیدا کیگئین،

ہم اس مضمون مین ہر دور کی تاریخ پر بہ ترتیب بحث کرنی چاہتے ہین،

دور اول | اسلام ایک ہی زمانہ مین یورپ کی دو سلطنتون کے شکنجۂ عذاب مین گرفتار رہا، ایک طرف تو اسپین کی حکومت اندلس اور جزائر فلپائن مین مسلمانون کا گلا گھونٹ رہی تھی دوسری طرف روس، قزان وغیرہ مین ترک و تاتار کے اسلامی عقائد و اعمال کو پامال کر رہا تھا، روسیون نے جب تاتاری ممالک یعنی قزان وغیرہ کو فتح کیا تو انکو وہان مختلف قومین، اور مختلف مذاہب نظر آئے، ایک طرف تو مسلمان آباد تھے جنمین ترکون کے مختلف گروہ مثلًا تتار، باشقرد، تیپتر، اور میشر شامل تھے، دوسری طرف مجوسی اور نصرانی تھے، جنمین مختلف قومین مثلًا چواش، چرمس، موقشی اور آر داخل تہین،

خوش قسمتی سے ان مسلمانون کی اخلاقی اور مذہبی حالت نہایت عمدہ تھی، صدق و عفاف طہارت و نظافت، امانت و دیانت اور مساوات و اخوت، غرض تمام اسلامی محاسن انمین موجود تھے، اور تمام شعائر مذہبی کو انھون نے نہایت مستعدی کے ساتھ قائم رکہا تہا، جسکا نتیجہ یہ تہا کہ ان مسلمانون نے اگر اپنے ہمسایہ مجوسیون اور نصرانیون کو مذہب اسلام مین داخل کرنیکی خود کوئی کوشش نہین کی تاہم انکے فضائل اخلاق کی خاموش زبان انکے مذہب کی داعی بنگئی، اور

دوسری قومین مثلًا چواش، چرمس اور آر آہستہ آہستہ مذہب اسلام مین جذب ہونے لگے بالخصوص قوم چواش نے نہایت کثرت سے اسلام قبول کیا اور اس خاموش دعوت کو اسقدر ترقی ہوئی کہ اسلام کے اثر سے کوئی گاؤن خالی نہ رہا، بعض گاؤن کی پوری آبادی مسلمان ہوگئی، بعض دیہاتون کے نصف لوگ مسلمان ہوگئے، بعض بعض مقامات کی چوتہائی آبادی نے اسلام قبول کرلیا، غرض تمام اطراف مین اسلام آہستہ آہستہ پہیل گیا، جو لوگ مسلمان نہین ہوئے تھے، انھون نے بھی اخلاقی اور مذہبی حیثیت سے بہت کچھ اسلام کا اثر قبول کرلیا تہا، مثلًا انکی عورتین پردہ کرتی تہین، اور یہ لوگ جمعہ اور جماعت کا ادب و احترام کرتے تے، یہ حالت قائم تھی کہ روسیون نے ان ممالک پر تسلط کیا، اور قزان اور قصبہ خبار مین عیسائیت کی اشاعت کے لئے ایک انجمن قائم کی جسکا نام جمعیت میسو نیر رکہا، یہ انجمن اگرچہ بظاہر ایک مذہبی چیز تھی، لیکن اس انجمن کے ارکان نے ارکانِ حکومت کو یقین دلایا کہ جس سلطنت کے زیر اقتدار مختلف المذاہب قومین آباد ہون، جب تک ان مین اتحاد مذہبی نہ قائم کیا جاے ملک کو ترقی نہین ہوسکتی، اس بنا پر مذہبی طاقت کے ساتھ سیاسی قوت بھی شامل ہوگئی، اور نہایت آزادی کے ساتھ اسلام کے مقابل مین عیسائیت کے پھیلانے کی کوشش کیگئی، جو قومین جدید الاسلام تہین سب سے پہلے انکو سیاسی مراعات کے ذریعہ سے اسلام سے برگشتہ کیا گیا، انکے جرائم پر سزائین معاف کی گئین، تمام محاصل ملکی سے مستثنی کیا گیا، جو لوگ مفلس تھے انکی مالی اعانت کیگئی، اسلئے یہ نو دولت لوگ اسلام سے نہایت آسانی کے ساتھ برگشتہ ہوگئے، اور عیسائیت کو نہایت سرعت کے ساتھ قبول کرلیا اب ان جدید عیسائیون اور قدیم مسلمانون مین جمعیت میسونیر کے ارکان کی ریشہ دوانیون سے ایک عام جنگ قائم ہوگئی، یہانتک کہ مسلمانون نے ان عیسائیون کے ساتھ رہنا تک

پسند نہ کیا، اور ان مقامات کی طرف ہجرت کر گئے جہان اسلام کو قوت حاصل تھی، اس موقع کو مغتنم سمجھکر خود حکومت نے یہ عام حکم دیدیا کہ جس گانون کے تین چار گھرانے عیسائی ہوجائین وہان کے لوگ یا تو عیسائی مذہب قبول کرلین یا گاؤن کو چھوڑکر دوسری جگہ چلے جائین، اس طرح مسلمانون کے متعدد گاؤن مثلاً اج بابا، کاوال، اور ماری خواجہ سان، تیکش، تشغالی، یای تیراک، جاشک وغیرہ ویران ہوگئے، اور ان مین قوم چواش کی آبادی قائم ہوگئی،

قزان کے جنوبی اطراف کے مسلمان باشندون کے ساتھ تو نرم خو عیسائیت نے یہ سلوک کیا، لیکن قزان کے شمالی حصے کے باشندون نے چونکہ روسیون کا سختی کے ساتھ مقابلہ کیا اسلئے وہ اس سے بھی زیادہ مبتلائے مصیبت ہوئے، جماعت یسیونیر کے ارکان نے ان غریبون کو حکم دیا کہ وہ اپنی مساجد یا کم ازکم ان مساجد کے منارون کو منہدم کردین کیونکہ یہ قریب الانہدام ہوچکی ہین، اگر خدانخواستہ دفعتہً گر پڑین تو اس سے انسانون کو نا گہانی صدمہ پہنچنے کا خوف ہے، چنانچہ جو مسلمان اس جبارانہ حکم کی تعمیل کرتے تھے، انکو اس دلیل کی بنا پر عیسائیت کے حلقہ مین داخل کرلیا جاتا تھا کہ مساجد کا انہدام اسلام سے اعراض کرنیکی دلیل ہے، لیکن جو لوگ اس ذلت کو گوارا نہین کرتے تھے، انکی مسجدون کو خود حکام سلطنت منہدم کردیتے تھے، اور اگر وہ خاموشی کے ساتھ اسکو برداشت کرلیتے تھے تو انکی خاموشی تسلیم ورضا کے مرادف خیال کیجاتی تھی، اور انکا شمار بھی عیسائیون مین کرلیا جاتا تھا لیکن جو لوگ اسپر اعتراض کرتے تھے ان پر طرح طرح کے مظالم توڑے جاتے تھے، انکو گھٹنون کے بل کنکر پر بٹھایا جاتا تھا، یہانتک کہ وہ مرجائین، یا عیسائیت کا اقرار کرین، بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جن سے بجبر عیسائیت کا اقرار لیا جاتا تھا،

جن مواقع پر عیسائی مذہب کے رسوم وعوائد ادا کئے جاتے تھے اگر وہان مسلمانون کا

گذر ہوتا تھا تو ان پر عیسائیت کا فتوی صادر کردیا جاتا تھا، اور جو لوگ ان طریقون سے عیسائی بنالئے جاتے تھے، انکے لئے دوبارہ اسلام قبول کرنا ناممکن ہوجاتا تھا، اور انکو مسلمانون کے ساتھ اختلاط ومعاشرت کی سخت ممانعت کردیجاتی تھی، یہی وجہ ہے کہ جب کسی گاؤن کے چند لوگ عیسائی مذہب قبول کرلیتے تھے تو جبراً دوسرے باشندون کو یا تو عیسائی مذہب قبول کرنا پڑتا تھا یا اس گاؤن سے ہجرت کرنا ہوتا تھا، اور اگر اس قسم کے گاؤن مین مسجد ہوتی تھی تو اسکو منہدم کردیا جاتا تھا، اور اس گاؤن کے آس پاس دوسری مسجد کے تعمیر کی اجازت نہین دیجاتی تھی،

سنہ ۱۶۸۹ع مین پیٹر اعظم سریر آرائے سلطنت ہوا تو اس نے ایک قدم اور آگے بڑھایا، اور سنہ ۱۵۵۲ع سے لیکر آج تک جمعیت یسیونیر نے جو اعمال مہمہ انجام دیئے تھے انکو اس نے صرف چھ مہینہ کی مدت مین انجام دینا چاہا، چنانچہ اس نے فرمان شاہی کے ذریعہ سے عام اعلان کردیا کہ جو لوگ عیسائی مذہب کو قبول نہین کرسکتے وہ چھ مہینے مین دوسرے مقامات کو ہجرت کرجائین ورنہ انکو عیسائی خیال کیا جائیگا، لیکن اس حکم سے بعض اطراف مین شورش اور بدامنی کا ظہور ہوا تو اس نے اسکو خود منسوخ کردیا،

جمعیت یسیونیر اور پیٹر اعظم کی مذہبی اور سیاسی طاقت کے ساتھ سنہ ۱۷۳۱ع مین ایک اور طاقت کا ظہور ہوا یعنی کلیسائے ضیا، یا غار، اور دسکی مین ایک اور انجمن قائم کیگئی، جسکا مقصد قزان وغیرہ کے مسلمانون اور مجوسیون کو عیسائیت کی دعوت دینا تھا، سیر اماناخ الکسی رابفسکی اس انجمن کے پریسیڈنٹ مقرر کئے گئے، انھون نے نہایت سرگرمی کے ساتھ یہ مذہبی خدمت انجام دی، غیر قومون مین عیسائیت کے استحکام کے لئے ایک مفصل یادداشت مرتب کی، مجلس سینود سے یہ اجازت حاصل کرلی کہ غیر قومون مین سے بیس شخص کو انتخاب کرکے انکو تقریر

کرنیکی تعلیم دیجاے، اور انکے لئے ایک روسی مکتب کھولا جاے، اور جو لوگ عیسائی ہوجائین یا روسی علوم وفنون کی تعلیم حاصل کرین، انکے ساتھ خاص مراعات کیجائین تاکہ یہ لوگ آیندہ چلکر عیسائیت کے داعی بنجائین، اور دوسرون کو ترغیب دین، ماناخ کی مستعدی اور حکومت کی اعانت سے اس انجمن کو اگرچہ روز بروز اپنے مقاصد مین کامیابی ہوتی جاتی تھی، لیکن دفعتہ اسکی راہ مین ایک قدرتی رکاوٹ پیدا ہوگئی، ایلاریون ایک شخص تھا جو کلیساے ضیا، اور دسکی کے اس استقلال کو رشک وحسد کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا، وہ کافیدر[1] کا ارخیستقا[2] مقرر ہوگیا اور اس نے کلیساے ضیا کو قزان کے محکمۂ ایپارخیا کی ماتحتی مین کردیا، اب ایلاریون اور ماناخ کے درمیان ایک مستقل نزاع کی صورت قائم ہوگئی جو روز بروز ترقی کرتی گئی، یہانتک کہ ایلاریون نے ماناخ پر یہ الزام لگایا کہ اس نے جمعیت میسیونیر کے روپئے دوسرے مصارف مین صرف کئے جنکا جمعیت سے کوئی تعلق نہ تھا، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ماناخ کو اپنے عہدہ سے الگ ہونا پڑا اور اسکی جگہ دوسرا شخص الگزنڈر کوزین نامی مقرر ہوا، لیکن یہ اس مذہبی خدمت کی اہلیت نہین رکھتا تھا اسلئے اسکی ناتجربہ کاریون سے یہ انجمن حکومت کے ساتھ اسقدر مخلوط ہوگئی کہ دونون مین بمشکل فرق کیا جاسکتا تھا، اب اس انجمن کی تجدید کیگئی اور اسکا نام نو دکر نیشینسکایا کانتورا یعنی محکمۂ اعتدار جدیدہ رکھا گیا، اور ۱۱-ستمبر ۱۸۴۰ء کو اسکے قیام کے متعلق سرکاری فرمان جاری کیا گیا جو ۲۳ دفعات پر مشتمل تھا، ان دفعات کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(۱) تمام چیزون سے پہلے رعایا کو عیسائی مذہب مین داخل کرنیکی کوشش کیجاے اور پاس پاس آباد کرکے ان مین باہم محبت واخوت پیدا کیجائے،

(۲) ان جدید عیسائیون کو قدیم عیسائیون کے ساتھ آباد کرکے اختلاط ومعاشرت کا موقع دیا جائے تاکہ ان مین عیسائیت اور اسکے رسوم وعوائد راسخ ہوجائین،

(۳) ان عیسائیون کو روپیہ، کپڑا، تمغے، مڈل، اور خطابات دیئے جائین، اور انکو فوجی خدمت اور ملکی محاصل سے مستثنیٰ کیا جائے،

(۴) ایک مذہبی مدرسہ قائم کیا جائے جسکے ذریعہ سے ان عیسائیون کے لئے مذہبی پیشوا تیار کئے جائین،

دیمزی میچنیف جو ماسکو کے مذہبی اکاڈیمی کے داعی تھے اسکے مہتمم قرار دیئے گئے اور انھون نے نہایت سرگرمی کے ساتھ اپنی خدمات کی ابتدا کی، نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیون کی تعداد مین روز بروز اضافہ ہونے لگا، لیکن جسقدر یہ تعداد بڑھتی جاتی تھی اسیقدر روپیہ کی زیادہ ضرورت ہوتی تھی، کیونکہ یہ لوگ صرف مالی ترغیبات سے عیسائیت کو قبول کرتے تھے، اس بنا پر اب بہت کچھ دلخوش وعدون سے کام نکالا جانے لگا، چنانچہ پہلے دو سالون مین ۱۷،۳۶۲ آدمی عیسائی ہوے، جنمین ۷،۴۸۰ کو تمغے وغیرہ دیئے گئے، لیکن ۹،۸۸۲ آدمیون کو صرف خوشگوار وعدون پر ٹالا گیا، سب سے زیادہ مصارف ان عیسائیون کو مسلمانون اور مجوسیون کی آبادی سے منتقل کرنے مین پڑتے تھے، اسلئے تخفیف مصارف کی یہ ظالمانہ صورت اختیار کیگئی کہ جس گاؤن مین عیسائیون کی تعداد زیادہ ہوتی تھی اس سے خود مسلمانون اور مجوسیون کو ہجرت کرنیکا حکم دیا جاتا تھا،

۱۸۴۲ء مین دیمزی میچنیف دوسرے صوبہ مین چلا گیا، اور اسکی جگہ سیلویسٹر مقرر ہوا، اور اس نے عیسائیت کی اشاعت وترویج کا سب سے بڑا ذریعہ مذہبی مکاتب کی کثرت کو قرار دیا، اور اس غرض سے ۱۸۴۵ء مین متعدد مذہبی مکاتب قائم کئے، اب مسلمانون اور مجوسیون نے بھی مذہبی سرگرمی ظاہر کی، اور ان جدید عیسائیون کو اپنے اصلی مذہب کی طرف رجوع کرنیکی

[1] ایک مخصوص گرجا جسمین لوگ عیسائی بنائے جاتے تھے، [2] عیسائی پادریون کا ایک خاص لقب،

دعوت دی، اس بنا پر انمین اور جمعیت میسونیر کے ارکان مین ایک عام شورش قائم ہوئی
اور اس زور و قوت کے ساتھ قائم ہوئی کہ اگرچہ شاہی فرمان کے ذریعہ سے یہ دہمکی دیگئی کہ جو
لوگ جمعیت کے ارکان کی مزاحمت کرینگے انکو سخت سزائین دیجائینگی تاہم یہ فتنہ فرو نہو سکا،
لیکن باوجود اس کشمکش کے ۱۸۹۵ء تک جمعیت میسونیر کی مکرہانہ کوششون سے ۲۵۸۰۰
آدمی عیسائی ہوئے، لیکن یہ عیسائیت کی ترقی کا آخری قدم تہا، اور اسکے بعد خود مسلمان بیدار
ہوگئے اور ان عیسائیون کو اسلام کی طرف رجوع کرنیکی دعوت دی، اور اس غرض سے
مساجد، مکاتب اور مدارس قائم کئے، جسکی بنا پر عیسائیت نے رجعت قہقری شروع کی،
اب اس انقلاب نے حکومت کو خاص طور پر توجہ دلائی، اور اُس نے وعظ و پند، ترغیب و
ترہیب، تشدد و سختی غرض تمام طریقون سے اسلام کے ان واپس آنے والے مسافرون
کی راہ مین رکاوٹین پیدا کین، لیکن یہ تمام کوششین بیکار ثابت ہوئین، اور جو قدم اپنے
قدیم گھر کی طرف بڑھ چکے تھے وہ پیچھے نہ ہٹے، اب اسکے سوا کوئی تدبیر نہ تھی کہ انتہائی جبر و تشدد سے
کام لیا جاے، چنانچہ یہ قانون بنایا گیا کہ جو مسجدین محکمۂ اہتدار جدیدہ کے قریب ہون وہ
منہدم کردیجائین، چنانچہ اس قانون کی بنا پر بہت سی مسجدین شہید کردی گیئین، لیکن یہ
ایک ایسا ظالمانہ قانون تہا جسپر یورپ کی تمام سلطنتون نے اعتراضات کئے، اور روس کو
اسکے منسوخ کرنے پر مجبور کیا چنانچہ اب اسمین یہ تغیر کیا گیا کہ جس جگہ مسلمانون کے ۳۰۰ یا کم
از کم ۲۰۰ گھر آباد ہون وہان مساجد کے تعمیر کرنیکی اجازت دیجائے،

۱۸۷۹ء مین قزان کے پادری لوقا کناشی نے عیسائیت کی ترویج و اشاعت مین
جدید سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا، بہت سے گرجے تعمیر کرائے، اور جو مذہبی مدرسے اس
غرض سے پہلے قائم ہوچکے تھے ان مین نہایت کثرت سے مسلمان بچے داخل کئے، اب مسلمانون نے

لکا بیتو دین عرضیان پیش کین کہ ہمارے بچون کو زبردستی عیسائی بنایا جاتا ہے، جسکا نتیجہ یہ
ہوا کہ ۱۸۵۰ء مین ایک حکم شایع ہوا کہ جو لوگ عیسائی ہونا چاہین وہ پہلے درخواست دین
اسکے بعد انکا عیسائی ہونا تسلیم کیا جائیگا،

لوقا نے مسلمانون پر اور طرح طرح کے مظالم کئے، روسیون کی ایک جماعت قائم کی اور
اسکے ذریعہ سے مسلمانون کی بہت سی مسجدین منہدم کرائین، بہت سے مقامات پر صلیبین لٹکا دین
اور مسلمانون کو اسکی تعظیم پر مجبور کیا، بالآخر ملا الیشیولادنے اسکے خلاف مسلمانون کی ایک جماعت
قائم کی اور اسکا مقابلہ کیا، آخر کار وہ معزول کرکے کلیساے ضیا مین قید کردیا گیا اور اسی مین مر گیا
لوگون کا بیان ہے کہ مرنے کے بعد اسکا منھ پھر گیا تہا، چنانچہ مدتون لوگ اسی طرح اسکی تصویر
بیچتے رہے، لیکن بعد کو خود حکومت نے اسکی ممانعت کردی تاکہ ان مظالم کی پردہ پوشی ہو۔

خطابت

از مولوی محبوب الرحمن کلیم بی-اے وکیل مصنف جہان آرا

دنیا مین جسقدر علمی کام ہین اُن مین سب سے زیادہ خطابت کے لئے دماغی قوت کی ضرورت ہے، حقیقت یہ ہے کہ خطابت قوت حافظہ، تخیل، قوت اظہار مافی الضمیر، صحت استدلال، قوت قلب اور جذبات قلبی پر مبنی ہے، جس شخص مین مختلف قابلیتین ہون، اسکے ساتھ وہ ذہین، فطین، صائب الرائے، قوی الحافظہ اور ذکی الطبع بھی ہو، اور جسکے پاس سرعت کے ساتھ انتقال کرنے والا ذہن، حقیقت بین آنکھین، جذبات سے لبریز دل ہو وہ ایک عمدہ خطیب بن سکتا ہے،

یہ یاد رہے کہ خطابت کا تعلق رُوح اور جسم دونون سے ہے، خطابت اسی کا نام نہین ہے کہ ایک سچے واقعہ، یا ایک علمی مضمون کو عمدہ پیرایہ مین ایک جلسۂ عام مین بیان کردیا جائے، بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ وہ بیان جذبات مین ڈوبا ہوا ہو، آواز بھی ایسی دردناک ہو جو سامعین کے جذبات کو برانگیختہ کردے، جسم اور آنکھون کی حرکت، ہاتھون کی جنبش، اور شکم کا اُبھار تقریر مین خاص اثر رکھتے ہین، اسی بنیاد پر یہ کہا جاتا ہے کہ خطیب کے لئے صحت جسمانی کی بھی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ تقریر مین جسم پر بہت زیادہ زور پڑتا ہے، اگر آدمی نحیف وکمزور ہے تو تھوڑی ہی دیر مین وہ تھک جائیگا، اور دماغ بھی کام دینے سے جواب دیدیگا، زمانۂ سابق مین جو بڑے بڑے خطیب اور لکچرار گذرے ہین وہ نہایت قوی الجثہ تھے، انگلستان مین برک (Burke) اور فاکس (Fox) بہت بڑے اسپیکر گذرے ہین، انکے جسم نہایت قوی تھے، اور یہی حالت اوکانل (O'Connell) اور جان برائٹ (John Bright) کی بھی تھی، جو اپنے زمانہ مین آنریری مین اپنا نظیر نہین رکھتے تھے،

اسپیکر کے لئے بہت ضرورت ہے کہ وہ اپنے لکچر کے پوری اسکیم کو ذہن نشین رکھے اور مضامین تقریر کے تقدم اور تاخر، اور ترتیب کو یاد رکھے، کیونکہ بغیر اسکے تو طول طویل لکچرون مین کام نہین چل سکتا، اسلئے یہ ضرور ہے کہ اپنے خیالات کو جو اسپیکر تقریر مین ظاہر کرنا چاہتا ہے سلسلہ کے ساتھ یاد رکھے، کیونکہ دوران تقریر مین اگر کوئی مضمون حافظہ سے جاتا رہا تو اسپیکر کی ناکامیابی کا خوف ہے، اسکے ساتھ انتقال ذہنی اور طباعی کا ہونا لابدی ہے، کیونکہ تقریر کیلئے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ وہ مضمون زیر بحث کے ہر پہلو کی طرف دوڑتا رہے، اور جو مضمون جدید اسپیکر کے دماغ مین آئے اسکو وہ فوراً نہایت خوبصورتی کے ساتھ موقع سے اپنے تقریر مین کھپادے،

جن صفات اور خصوصیات کا ہمنے اوپر ذکر کیا ہے انکا کسی خاص شخص مین پایا جانا بہت دشوار ہے، ایسے اشخاص جو اپنے مافی الضمیر کو نہایت خوبصورت پیرایہ مین اداکردین اور الفاظ مین اپنے جذبات کی تصویر کھینچدین شاذ ونادر ہوتے ہین، یہی وجہ ہے کہ زمانۂ قدیم سے اب تک عمدہ خطیب کم پیدا ہوئے، ایک مشہور ضرب المثل ہے کہ "شاعر پیدا ہوتے ہین، اور خطیب بنائے جاتے ہین"، لیکن یہ صحیح نہین ہے، شاعر اور خطیب دونون پیدا ہوتے ہین اور دونون بنائے جاتے ہین، جس طرح شاعر مین فطرۃً چند خصوصیات کا ہونا ضروری ہے، اسی طرح کوئی شخص عمدہ خطیب نہین بن سکتا جب تک قدرت نے اسمین وہ صفات ودیعت نہ کئے ہون جو اوپر ذکر کئے گئے، شاعر کے لئے جس طرح پر سلف کلچر (Self Culture) ضروری ہے اسی طرح پر بغیر کتب بینی و وسیع معلومات کے کوئی شخص خطیب کامل نہین ہوسکتا،

اسمین کوئی شبہہ نہین ہے کہ بہت سے ایسے لوگ بھی ہوے ہین جنمین یہ تمام خصوصیتین موجود نہین مگر اپنے زمانہ مین وہ عمدہ خطیب مانے گئے، جان راڈلف John Radalph

بہت ہی پست قد آدمی تھا، اور ولبر فورس (Willber force) پست قد ہونیکے

ساتھ پست آواز بھی تھا، لیکن وہ دونون کامل خطیب تسلیم کئےگئے، اور پارلیمنٹ مین ان لوگون

کی اسپیچین بہت موثر بھی جاتی ہتین، امریکہ کا نامور لکچرار سومر فیلڈ Sumerfield

دائم المرض رہتا تھا مگر اسکے لکچر الف لیلہ کے قصون کی طرح دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے،

یہ یاد رہے کہ بعض وقت آدمی کی بعض جاہلانہ خصوصیات بھی کامیابی کا باعث ہوجاتی ہین،

لکچرار کو ایسی صورت مین حاضرین جلسہ کے مذاق اور طبیعت کا اندازہ کرنا اور یہ لحاظ کرنا پڑیگا کہ

انکے اصلی خیالات کیا ہین ؟ انکے علم کی مقدار کیا ہے ؟ اور انہین کے مذاق و مبلغ کے مطابق

تقریر کرنے سے لکچر مقبول ہوجاتا ہے،

علم خطابت کوئی مستقل فن نہین ہے، اسکے لئے آدمی کو وسیع معلومات حاصل کرنا چاہئے

آواز کی درستگی، اصلاح قوت حافظہ، وتخییل، مشق عبارت، پیرایۂ اداے مطالب، طرز گفتگو،

خصوصیت کے ساتھ قابل لحاظ ہین، اور بھی چیزین ہین جو تقریر کو موثر اور دلچسپ بنا سکتی ہین،

ایک شخص نے تھیوڈر پارکر (Theodre Parker) سے سوال کیا کہ مین کسطرح

لک مقرر ہو سکتا ہون، اس نے جواب دیا کہ یہ کمال عمیق خصوصیات پر مبنی ہے، اسکے لئے

قوت احساس اور تخییل کا ہونا لازمی ہے، اور اسکے ساتھ پرزور اور فصیح گفتگو ضروری ہے،

یہ چیزین خلقی ہین، لیکن علم وکوشش سے بھی کسیقدر حاصل ہو سکتی ہین، اور یہ بھی یاد رکھو کہ کوئی

شخص عمدہ خطیب نہین ہو سکتا جب تک اسکے خیالات اعلےٰ وارفع نہون،"

یہ عام طور پر مسلم ہے کہ خطیب کے لئے خوش آواز ہونا بہت ضروری ہے، کیونکہ تقریر کی

کامیابی کا بہت بڑا قوی ذریعہ یہی ہے، آواز مین خدا جانے کیا اثر ہے کہ یہ دل پر انتہا درجہ اثر

کرتی ہے، آواز پردہ گوش سے نفوذ کرکے دماغ تک پہنچتی ہے جو سرچشمۂ خیالات و جذبات ہی،

وہان پہنچکر وہ جذبات کو برانگیختہ کرتی ہے، آواز مین ایک رُوح ہے جسکا تعلق بہت کچھ طبایع

انسانی کے ساتھ ہے، دردناک آواز سے زیادہ کوئی چیز جذبات کی ابھارنے والی نہین ہے

اور جب وہ کان تک پہنچ جاتی ہے تو اسکی تاثیر کو کوئی چیز روک نہین سکتی،

لارڈ چیٹم (Lord chattam) کی شہرت کا بہت بڑا ذریعہ یہی آواز تھی،

ولیم پٹ (Wellam pitt) اکیس سال کی عمر مین اسی آواز خوش کے ذریعہ سے

برٹش قوم پر حکومت کرتا تھا، اگرچہ برک کے خیالات بہت اعلےٰ وارفع تھے اور اسکے حافظہ کے

خزانہ مین مختلف علوم وفنون کے لعل وگوہر بھرے ہوے تھے، مگر اسکا اثر بحیثیت لکچرار کے بہت کم تھا،

وہ اپنے خیالات کو ایسی کرخت آواز مین ظاہر کرتا تھا کہ سامعین بہت جلد اپنے دسترخوان پر چلے

جاتے تھے،

ارل آف ڈربی (Earl of Derby) بہت بڑا لکچرار تھا، اسکی ساری قوت

استدلال پر مبنی نہ تھی بلکہ اسوجہ سے تھی کہ وہ بہت خوش آواز تھا، مسٹر گلیڈاسٹون (Gladatone)

بھی بہت خوش آواز تھے اور گھنٹون تک تقریر کرنے پر بھی انکی آواز مین کوئی فرق نہین آتا تھا انکی

تقریر سن کر ایک شخص نے کہا کہ آج مجھکو معلوم ہوا کہ انگریزی زبان مین بہت زیادہ (music)

راگ ہے، ولبسٹر (Webster) کی تقریر سن کر ایک شخص نے کہا کہ رات بھر مجھکو ایسا معلوم

ہوتا تھا کہ برابر توپین چل رہی ہین، جان آدم (John Adam) لکچر دینے کے

وقت جوش مین اپنے جسم کو اٹھا اٹھا دیتا تھا، اور ہاتھون کو ہلاتا تھا، ایک موقع پر یہ فقرہ "آگے بڑھو

آگے بڑھو" اس جوش کے ساتھ وہ کہتا تھا کہ حاضرین کا جسم خود بخود اٹھ جاتا-

حاصل یہ ہے کہ آواز خطابت کی جان ہے، اور یہ محنت اور کوشش سے درست بھی ہوسکتی ہے

سخت اور کرخت آواز نرم، اور پست وکمزور بلند ہو سکتی ہے، اور کمزور آواز کا نقص تو عمدہ تلفظ

(Articulation) سے بہت کچھ رفع ہو سکتا ہے،

یہ ایک عام غلط فہمی ہے کہ بلند اور اگ والی آواز دور تک سنائی دیتی ہے، لیکن (Gardner) لکھتا ہے کہ یہ خیال صحیح نہین ہے، اصل یہ ہے کہ سریلی اور شیرین آواز دور تک پہنچتی ہے، والس کے ایک مشہور وکیل مسٹر بیری (Mr Berry) نے لکھا ہے کہ مین ایک بہت اچھا مقدمہ اسوجہ سے ہار گیا کہ مین نے اپنی بحث بہت بلند آواز سے شروع کی، اور اسکی وجہ سے میرا دماغ بہت جلد تھک گیا، اور میرے قوائے دماغی بالکل معطل ہو گئے، اور مین باوجود کوشش کے اپنی آواز کو پست نہ کر سکا، نتیجہ یہ ہوا کہ مین مقدمہ ہار گیا،

خطیب کو مناسب ہے کہ اوسط درجہ کی آواز سے تقریر کرے، کیونکہ وہ آسانی کے ساتھ پست اور بلند کیجا سکتی ہے، اور اسمین خیالات عمدگی کے ساتھ ظاہر کئے جا سکتے ہین اور لوگ توجہ کے ساتھ اسکو سنتے ہین، اسکے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ آواز پست ہو یا بلند، اسمین درد کا ہونا لابدی ہے، اسمین ایک مقناطیسی اثر ہوتا ہے جیسے کسی نے جادو کر دیا ہو، مسرو نے فن خطابت کو الفاظ ذیل مین جمع کیا ہے "متعلق واقعات پر تقریر کرنا، صحیح اور بلیغ بولنا"

تقریر کے لئے جوش کا ہونا ضروری ہے، یہی قبولیت عام کی سند ہے، جوش سے مراد وہ قوت ہے جو اندر ہی اندر اپنا کام کرتی ہے، اور حاضرین کو اپنا مافی الضمیر محسوس کرا دیتی ہے تقریر مین گو خیالات عمدہ ہون، الفاظ مناسب و صحیح ہون، اور استدلال عمدہ ہو، لیکن اگر اسمین جوش اور سوز و گداز نہو تو اسکا اثر نہایت ضعیف ہوگا، اسکے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ اگر تقریر مین جوش ہے مگر اور باتین اسمین نہین ہین تب بھی وہ تقریر موثر اور دلچسپ ہوگی، یہ جوش کچھ تو روحانی ہوتا ہے اور کچھ جسمانی، اور در اصل یہی تقریر کی جان ہے، اسمین ایک ایسا مقناطیسی اثر ہوتا ہے جو بجلی کی طرح دل تک پہنچتا ہے، اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص سوئی چبھو رہا ہے Lord Chatham

کی تقریر اس خصوصیت مین ممتاز تھی،

یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ (Gesture) جسمانی حالت و کیفیت یعنی مقرر کے اعضا کے موزون حرکات تقریر کی اصل روح و روان ہے، ایک مقرر اگر نہایت بلاغت و فصاحت کے ساتھ تقریر کرے اور اسکا استدلال بھی بہت صحیح ہو، لیکن اگر اسکی جسمانی حرکات اس سے مطابق نہین ہین تو تقریر مین کچھ اثر نہوگا، اسمین شبہہ نہین ہے کہ بعض بڑے بڑے لکچرار اس سے ہمیشہ احتراز کرتے رہے، لیکن اس سے کوئی انکار نہین کر سکتا کہ تقریر مین بہت زیادہ اثر پیدا کرنیوالی یہی چیز ہے، اسی ذریعہ سے مقرر کا جوش اور جذبات دلی ظاہر ہوتا ہے، جنلوگون نے گناری (Ganare) کی تقریر کو کبھی سنا ہے، وہ اس امر کو کبھی نہین بھول سکتے کہ آنکھون کے اشارے، جسم کی حرکت تقریر مین کیا مقناطیسی اثر پیدا کرتی ہین، کچھ زمانہ ہوا کہ بالٹیمور Baltimore مین ایک پادری نے جرمن زبان مین تقریر کی تھی، باوجود اسکے کہ بعض لوگ اس زبان سے ناواقف تھے، لیکن مقرر کے حرکات اور جسمانی کیفیت نے یہ اثر پیدا کیا کہ لوگ ڈہاڑین مار مار کر روتے تھے،

حاصل یہ ہے کہ چہرہ کی بناوٹ، آنکھ کے اشارے، ہاتھون کی جنبش جسم کی حرکت تقریر مین خاص اثر رکھتی ہین، لیکن ان سب چیزون کے لئے اعتدال بھی شرط ہے، ورنہ تقریر متانت کے احاطہ سے نکلکر ظرافت، اور تمسخر کے حدود مین داخل ہو جائیگی، اور اسکا اثر بھی کافور ہو جائیگا،

واقعات متعلقہ تقریر کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ واقعات متعلقہ پر تقریر کیجائے، غیر متعلق امور جو اصل مضمون تقریر سے کچھ تعلق نہین رکھتے، انکو تقریر مین ہرگز شامل نہین کرنا چاہیئے، تقریر مین طول بھی مناسب نہین ہے اور ایسے الفاظ استعمال کرنا چاہیئے جو تقریر مین زور پیدا کر دین،

نپولین صرف چند منٹ تقریر کرتا تھا، لیکن کل فوج مین اس سے ایک فوری جوش پیدا ہو جاتا تھا، بارڈو Bordeaux مین اس نے صرف پندرہ منٹ تک اسپیچ دی تھی، لیکن اسکی آواز تمام دنیا مین گونج اٹھی،

اسکے ساتھ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ تقریر کی ابتدا نہایت اہم ہے، اسکا آغاز نہایت عمدہ ہونا چاہیے کہ تمام سامعین متوجہ ہو جائین اور انکو یہ معلوم ہو جاے کہ اسپیکر کوئی اہم بات کہنا چاہتا ہے جو قابل سننے کے ہے، اور اسکے دل مین جوش بھرا ہوا ہے، اور تقریر مین بھی زور رفتہ رفتہ بڑہنا چاہیئے، بعض لکچرار کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ ابتدا ہی مین ایک طوفان اٹھا دیتے ہین، لیکن آخر تک اسکو سنبھال نہین سکتے، اور انکی تقریر آخر مین سست ہو جاتی ہے، اور جوش کم ہو جاتا ہے، جسکا لازمی طور پر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسپیکر کو سخت ناکامی کا منھ دیکھنا ہوتا ہے،

اخیر مین یہ بھی تبلانا ضروری ہے کہ تقریر مین ضرب المثلین، مقولے، لطائف اور ظرائف خاص اثر رکھتے ہین، بعض اسپیکر آہ و فریاد سے تقریر مین زور پیدا کرتے ہین، اور بعض استفہامیہ فقرون سے کام لیکر تقریر کی تاثیر بڑہاتے ہین، اسپیکر تقریر کرتے وقت جب ایک سوال کر بیٹھتا ہے تو تمام سامعین متوجہ ہو جاتے ہین، یہی طریقہ سسرو Cicero اور ڈیما ستھنیز (Demosthenes) کا بھی تھا، وہ لوگ اپنے تقریر مین سوالات سے بہت کام لیتے تھے، سسرو لکھتا ہے کہ خود دشمنان گریکس (Gracchus) ڈہارین مار مار کر روتے تھے، جب اس نے کہا، "آہ! مین مظلوم اور کمبخت اب کہان جاؤن؟ کیا دار السلطنت کو جاؤن؟ لیکن وہان تو میرے بہائی کا خون بہ رہا ہوگا، کیا اپنے گھر کو جاؤن؟ لیکن وہان مین اپنی مان کو ذلیل و خوار، اور سرگرم نالہ و فریاد کن آنکھون سے دیکھ سکونگا؟ افسوس! ہاے افسوس!!"

پاٹلی پتر (پٹنہ) کے کھنڈر

اور

قدیم ہندوؤنکے تمدن پر پارسیون کا اثر

(۴)

تلخیص: مرزا احسان احمد بی اے

(۲) قدیم ہندوستان پر قدیم ایرانیون کا اثر

قبل اسکے ہم اس خاص مسئلہ کیطرف متوجہ ہون، ایران کے عام اثر کے متعلق کچھ کہنا ضروری سمجھتے ہین،

[?] مذہب کے متعلق ہیروڈوٹس کی راے

یونان، روم، مصر، ہندوستان، سب ایران کے حلقہ اثر مین آے، ایران کے اثرات مین سب سے زیادہ نمایان مذہب کا اثر تھا، ہیروڈوٹس [?]ہے "کہ ایرانی دیوتاؤن کی مورتون، مندرون یا قربانگاہونکا استعمال ایک حماقت کا کام سمجھتے ہین جسکی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ وہ یونانیون کے برخلاف خدا کی فطرت سے [?] خیال کرتے ہین،" اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہیروڈوٹس نے ایرانیون کو [?]نیون پر اس حیثیت سے ترجیح دی ہے کہ یونانی اپنے دیوتاؤن کو انسان سمجھتے تھے اور ایرانیون کا عقیدہ اس کے بالکل برعکس تھا، اس خیال سے قدیم ایرانیونکے [?] اثر کی عظمت و وقعت قایم ہوتی ہے،

پروفیسر میکس مولر کی راے

ایران اگر یونان کے مقابلہ مین فتحیاب ہو جاتا، تو یونان پر ایران کے مذہب کا کیا اثر پڑتا، اسکو پروفیسر میکس مولر کے الفاظ مین سننا چاہیئے

"دنیا کی تاریخ مین ایسے زمانے گذرے ہین جبکہ ارمزد تمام دیوتاؤن کے مندرون پر اپنا پرچم نصرت بلند کرنا چاہتا تھا، اگر مراتھن اور سلیمس کی لڑائیان سر نہ ہوتین تو آج تمام متمدن دنیا کا سر ارمزد کے آگے جھکا ہوا ہوتا، ایران نے اسیریا اور بابل کی سلطنتون کو اپنے زیر نگین کر لیا تھا، یہودی یا تو ایرانیون کی قید مین تھے یا انکی حکومت کے زیر اثر تھے، ایرانی سپاہیون نے مصر کی مقدس یادگارون کو برباد کر ڈالا تھا، اور تمام عالم مین شہنشاہ ایران کا فرمان جاری تھا"

یونان پر ایران کا اثر

یونان کی فتح نے گو ایران کے مذہبی اثر کو ایک اعلیٰ پیمانہ پر پھیلنے سے روک دیا، تاہم معلوم ہوتا ہے کہ ایک نہایت محدود دائرہ مین سکندر اعظم کے زوال کے بعد بھی یہ اثر جاری رہا، ایران کے پاس دو کتب خانے تھے، ایک "دژ نبشت" جو پرسی پالس مین تھا، اور دوسرے "گنج پشمیگان" جو سمرقند کے قریب کسی مقام پر تھا، پہلا کتب خانہ سکندر نے برباد کر دیا تھا، دوسرے کتب خانہ کی بہت سی کتابون کا ترجمہ یونانی مین ہوا، ممکن ہے کہ ان ترجمون سے یونانیون پر کچھ مذہبی اثر ہوا، اور عیسائیت کے لیئے راستہ صاف ہو گیا ہو،

مسٹر گرنڈی کی رائے

سائرس سے قبل سامی قومین مشرق پر حکمران تھین، سائرس نے ان تمام قومون کو فتح کر کے ایرانی یا ایرین حکومت قایم کی، اسکی پالیسی کا مقصد ایرین قومون کو سامی قومون کے خلاف متفق کرنا تھا، چنانچہ مسٹر گرنڈی لکھتے ہین کہ "اُسنے سلیمان کی پہاڑیون تک اپنی سلطنت کے حدود وسیع کر لیئے تھے لیکن اسکا مقصد محض ان غیر زرخیز قطعات زمین کا حاصل کرنا نہ تھا، بلکہ اسکی اصلی وجہ یہ تھی کہ اس ملک کے باشندے خود اسکی قوم سے انتساب و تعلق رکھتے تھے اور وہ سامی قومون کے خلاف ایرانی قومون کی ایک نہایت شاندار فوج تیار کرنا چاہتا تھا

سائرس اور اسکے جانشینون کے زمانہ حکومت مین ایران نے یونان پر جو اثر ڈالا اسکے متعلق مسٹر گرنڈی لکھتے ہین "ایرانیون کے تمدن مین چند ایسی شاندار خوبیان تھین کہ یونان کے اخلاق و عادات پر انکا بہت کچھ اثر ہوا ہوگا، اپنے ہمعصرون مین ایرانی جس حیثیت سے ممتاز تھے وہ مذہبی حیثیت تھی، اس زمانہ کے ایشیائی عام طور پر بہت سے دیوتاؤن پر یقین رکھتے تھے، لیکن ایرانیون کے مذہب کی خاص بنیاد توحید پر تھی، اہرمزد انکا خداے واحد تھا، اگرچہ اسکے علاوہ وہ چاند، سورج آگ وغیرہ کی بھی پرستش کرتے تھے"

ڈاکٹر کشتین کی رائے

مراتھن کی جنگ کے بعد دفعتہً تمام یونان مین علم کا ایک قومی احساس پیدا ہو گیا، ایرانی لڑائیون کو جو خاص اہمیت حاصل ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ یونان مین اسی وقت سے علم الانسان کا سنگ بنیاد رکھا گیا، ڈاکٹر کشتین یونان کے قدیم فلسفہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ "چھٹی صدی کا زمانہ یونان کے لئے نہایت اہم زمانہ تھا، ایرانیون کی قوت کا اثر اس زور سے پھیل رہا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ یونان کا تمدن بالکل برباد ہو جائیگا"

ادونٹ گابینو کی رائے

مشہور فرانسیسی مصنف کاؤنٹ گابینو جسکو تاریخ ایران سے خاص ذوق ہے یونان کی فتح پر اظہار افسوس کرتا ہوا لکھتا ہے کہ "دارا کے زمانہ حکومت مین یونانیون نے ایران سے بہت کچھ حاصل کیا، دارا نے ایک زبردست نظام حکومت قایم کیا جس سے یورپ اسوقت تک بالکل ناآشنا تھا، غرض یونانیون نے جو کچھ سیکھا اور افلاطون نے جو سنجیدہ تعلیمات دین، ان سب کا حقیقی سرچشمہ دارا کے زمانہ مین مغربی ایشیا تھا"

ڈار مسٹیٹر کی رائے

سکندر کے مقابلہ مین گو ایران شکست کھا گیا، تاہم اس پر یونان کا کچھ اثر نہ ہوا، بلکہ خود اس نے یونان کو ایران بنادیا، پروفیسر ڈار مسٹیٹر کے نزدیک یونان کی فتح محض یونان کی فتح نہ تھی بلکہ انسانیت کی فتح تھی، تاہم وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ یونان کی فتح روحانی یا دماغی نہین بلکہ محض مادی فتح تھی، چنانچہ لکھتے ہین کہ "یونان کو ایران کے مقابلہ مین کامل فتح نصیب نہین ہوئی، سکندر مشرق اور مغرب کو متحد کرنا چاہتا تھا، اسکو آدھی کامیابی ہوئی، اس نے یونان کو ایران بنادیا، لیکن ایران کو یونان نہ بنا سکا"

مصر پر ایران کا مذہبی اثر

یہ ایران کے مذہبی اثر کا نتیجہ تھا کہ ٹالمی اول کو اپنے "جدید" مذہب کے قایم کرنے مین کوئی غیر معمولی دقت محسوس نہ ہوئی، اسکا مقصد، اکبر کیطرح مصر کے تمام دیوتاؤن کو مٹا کر ایک جدید مذہب قایم کرنا تھا جسکے ذریعے وہ ملک پر اپنی حکومت مستحکم کرنا چاہتا تھا، لیکن اکبر ناکامیاب رہا، اور ٹالمی نے نہایت شاندار کامیابی حاصل کی، اسکی وجہ چارلس کنگسلے کے نزدیک یہ ہے کہ موحد ایرانیون کے اثر نے مصر کے دیوتاؤن کو بالکل نظر سے گرا دیا تھا،

ایران اور عیسائیت

گو یونان اور یونان کے ذریعہ سے تمام یورپ ایران کے مذہبی اثر سے محفوظ رہ گیا، تاہم یونان کی مشرقی نو آبادیون نے کہ ایرانیون کی خاص جولانگاہ تھین، کچھ اثر ضرور ڈالا ہوگا، اور یہی وہ اثر تھا جس نے ایک عام مذہبی احساس پیدا کرکے عیسائیت کے لیے راستہ صاف کر دیا،

اخبار وسیر

حضرت اسعد بن زرارہؓ

نام و نسب

اسعد نام، ابوامامہ کنیت، خیر لقب، قبیلہ خزرج سے تھے، اور نجار کے خاندان سے وابستہ تھے، نسب نامہ یہ ہے، اسعد بن زرارہ بن عدس بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو ابن خزرج،

بعثت نبوی سے قبل اگرچہ جزیرۂ عرب کا ہر خطہ کفر و ظلمت کا نشیمن تھا، تاہم اس مبارک زمانہ سے پیشتر بھی چند نفوس اپنے فطرت سلیمہ کے اقتضاء سے توحید کے قائل ہوگئے تھے، حضرت اسعدؓ بن زرارہ کا بھی انہین لوگون مین شمار تھا،

ابن سعد طبقات کبریٰ مین لکھتے ہین[1]،

کان اسعد بن زرارة وابوالهیثم متکلمان بالتوحید بیثرب — اسعد بن زرارہ اور ابوالہیثم یثرب والون مین توحید کے قائل تھے،

اسلام

اسی زمانہ مین مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی، اسعدؓ بن زرارہ اور ذکوان بن عبد قیس عتبہ بن ربیعہ کے پاس مکہ آئے تھے، اس نے آنحضرت صلعم کے حالات بیان کئے، تو ذکوان نے اسعد سے کہا دونک ! هذا دينك یعنی تمکو جس چیز کی تلاش تھی وہ موجود ہے، اب اسکو اختیار کرو، حضرت اسعدؓ اٹھکر بارگاہ نبوت مین حاضر ہوے اور توحید کے ساتھ رسالت کا بھی اقرار کیا[2]،

---

[1] طبقات صفحہ ۱۴۶ جلد ۳ قسم ۲، [2] اسد الغابہ صفحہ ۷۱، جلد ۱،

مکہ سے ایمان و اسلام کا جو جذبہ ساتھ لائے تھے، وہ مدینہ آکر ظاہر ہوا، چنانچہ اسلام کی تبلیغ شروع کی، سب سے پہلے ابوالہیثم سے ملے اور اپنے ایمان لانے کا تذکرہ کیا، ابوالہیثم بولے کہ تمہارے ساتھ مین بھی آنحضرت صلعم کی رسالت کا اقرار کرتا ہون،[1]

اس بنا پر انصار مین جو شخص سب سے پہلے اسلام سے مشرف ہوا وہ حضرت اسعدؓ بن زرارہ ہین، بعض لوگون کا خیال ہے کہ وہ عقبۂ اولیٰ مین ۶ آدمیون کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے، بہرحال عقبۂ اولےٰ کے دوسرے سال ۱۲ آدمیون کے ساتھ مکہ آے، اور تیسرے سال عقبۂ کبیر کی بیعت مین شرکت کی، کہتے ہین کہ اسعدؓ بن زرارہ نے سب سے پہلے بیعت کے لئے ہاتھ بڑہایا،[2]

اس بیعت مین آنحضرت صلعم نے انکو بنو نجار کا نقیب تجویز کیا، حضرت اسعدؓ نقیبون مین سن و سال کے لحاظ سے سب سے چھوٹے تھے،

لیکن اس صغرسنی کے باوجود جوش ایمان پورے اوج پر تہا، حرہ بنی بیاضہ مین جسکو نقیع الخضمات بھی کہتے ہین، باجماعت نماز کا انتظام کیا اور ۴۰ آدمیون کے ساتھ جمعہ ادا فرمایا۔[2]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہ اصحاب عقبہ مین تھے، جمعہ کی اذان سنتے تو حضرت اسعدؓ کے لئے دعاے مغفرت کیا کرتے تھے،[3] کہ اس کار خیر کی بنیاد اسی خیر مجسم کے مبارک ہاتھون سے پڑی تھی، سچ ہے من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا الی یوم القیمۃ،

اسی زمانہ مین انصار نے آنحضرت صلعم کے پاس ایک خط بہیجا کہ ہماری تعلیم اور اشاعت اسلام کے لئے ایک شخص بہیجیے، آنحضرت صلعم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو داعی اسلام بناکر مدینہ روانہ فرمایا تو اسعدؓ ابن زرارہ نے انکو اپنے گھر مین مہمان اُتارا،[4]

ہجرت نبوی کے یادگار وقت مین اگرچہ وحی و الہام کا مامن حضرت ابوایوبؓ کا کاشانہ تہا

[1] طبقات صفحہ ۱۳۹ جلد ۳ قسم ۲، [2] اسد الغابہ صفحہ ۷۱ جلد ۱، [3] اصابہ صفحہ ۳۲ جلد ۱، [4] طبقات صفحہ ۸۳ جلد ۳،

تاہم آنحضرت صلعم کی اونٹنی اسعدؓ بن زرارہ کی مہمان تھی،[1]

مسجد نبوی کی تعمیر جس مقام پر شروع کیگئی، وہ زمین سہل اور سہیل نامی دو یتیمون کی ملک تھی جو حضرت اسعدؓ ابن زرارہ کی نگرانی مین تربیت پاتے تھے،[2] آنحضرت صلعم نے انکے مربی سے زمین کی قیمت دریافت کی تو یتیمون نے عرض کیا کہ ہم صرف خدا سے اسکی قیمت چاہتے ہین، لیکن چونکہ آنحضرت صلعم کو بلا قیمت لینا منظور نہ تہا، اسلئے حضرت ابوبکرؓ سے اسکے دام دلواے،

بعض روایتون مین ہے کہ اسعدؓ بن زرارہ نے ان یتیمون کو اپنا ایک باغ جو بنی بیاضہ مین تہا اس زمین کے معاوضہ مین دیا تہا،[3]

وفات

مسجد نبوی کی عمارت تیار ہو رہی تھی کہ شوال سنہ ۱ھ مین پیغام اجل آیا، حلق مین ایک درد اٹھا، جسکو ذبحہ کہتے ہین، آنحضرت صلعم عیادت کو تشریف لاے اور دست مبارک سے داغا، لیکن یہ درد خود پیغام اجل تہا اسلئے روح جسم سے پرواز کر گئی، آنحضرت صلعم کو سخت رنج ہوا، فرمایا کیا کہون؟ یہ کیسی بری موت ہوئی، اب یہودیون کو کہنے کا موقع ہے کہ پیغمبر تھے تو اپنے دوست کو اچھا کیون نہ کر دیا، حالانکہ ظاہر ہے کہ مین قضا کا کیا علاج کر سکتا ہون،[4] یہ واقعہ غزوۂ بدر سے قبل کا ہے،

جنازہ کی نماز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑہائی اور بقیع مین لیجاکر دفن کیا کہتے ہین کہ ہجرت کے بعد یہ پہلی موت تھی، یہ بھی خیال ہے کہ جنازہ کی نماز سب سے پہلے انہین پر آنحضرت صلعم نے پڑہی تھی، اور انصار کے خیال مین سب سے پیشتر بقیع مین دفن ہونے والے مسلمان یہی تھے،

[1] طبقات صفحہ ۱۶۰ جلد ۳ قسم ۲، [2] صحیح بخاری صفحہ ۵۵۵ جلد ۱، [3] زرقانی صفحہ ۴۲۲ جلد ۱،

[4] مسند ابن حنبل صفحہ ۱۳۸ جلد ۴ و اسد الغابہ صفحہ ۷۱ جلد ۱،

چونکہ اسعدؓ بنو نجار کے نقیب تھے، اسلئے اُنکی وفات پر اس خاندان کے چند ارکان انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے، اور درخواست کی کہ انکی جگہ پر کیسکو نقیب تجویز فرمائیے، ارشاد ہوا کہ تم لوگ میرے ماموں ہو، اسلئے مین خود تمہارا نقیب ہون، بنو نجار کے لئے انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نقیب بننا ایسا لازوال شرف تہا جسپر وہ ہمیشہ فخر وناز[1] کیا کرتے تھے،

اولاد حضرت اسعد نے دو لڑکیان یادگار چھوڑین، اور انحضرت صلعم سے اُکے متعلق وصیت کی، چنانچہ آپ نے ہمیشہ انکا خیال رکھا، اور دونون کو سونے کی بالیان جنمین موتی پڑے ہوئے تھے، پہنائین[2]،

سید انصاری

دار المصنفین اعظم گڈھ

[1] اسد الغابہ صفحہ ۷۲ جلد ۱، [2] اصابہ صفحہ ۳۳ جلد ۱،

باب التقریظ والانتقاد

رموز بیخودی

مدت سے ارادہ تہا کہ جناب ڈاکٹر محمد اقبال کی شاعری پر ایک انتقادی نظر ڈالی جائے لیکن کثرت مشاغل اور قلت فرصت نے موقع ندیا، ابھی انکی ایک مثنوی **رموز بیخودی** موصول ہوئی ہے، اس تقریب سے اب خیالات کے عرض کا کسیقدر موقع ملگیا ہے،

جانتک مجھے یاد آتا ہے ڈاکٹر اقبال کی شاعری کا پبلک آغاز رسالہ مخزن لاہور کے ساتھ ہوا، یہ رسالہ سنہ ۱۹۰۲ء یا سنہ ۱۹۰۳ء کے قریب قریب نکلنا شروع ہوا تہا، اس لحاظ سے ڈاکٹر اقبال کی پبلک شاعری کی عمر تقریباً ۱۶ برس ہے، اس عرصہ مین انکی متعدد چھوٹی بڑی نظمین شائع ہوئین، جنمین سے اکثر کی اہل معنی نے داد دی، اور بعض پر اہل ظاہر نے گرفت کی، ابتدا سے ڈاکٹر اقبال کی زبان اشکال پسند اور ترکیب آفرین واقع ہوئی ہے، کبھی کبھی سہل پسندی کے ثبوت کے لئے انھون نے نہایت روان اور آسان زبان مین نظمین لکھین، لیکن پھر وہ ڈاکٹر اقبال کے اشعار نہ رہے بلکہ انکی حیثیت ایک عام اردو شاعر کے خیالاتِ موزون کی رہ گئی،

کائنات کے اسرار و حقائق کی تعلیم و تلقین کے لئے ہمیشہ سے چار راستے رہے ہین، مذہب، فلسفہ، تصوف اور شاعری، **مذہب** کی اصلی حیثیت ایک قانون اور فرمان شاہی کی ہے اسکی پیروی اسلئے چاہیئے کہ خداوند عالم کا یہ حکم اور فرمان ہے، اور بندون کو اسکی تسلیم سے چارہ نہین یہ دوسری بات ہے کہ وہ مصلحت اور حکمت پر بھی مبنی ہے، **فلسفہ** اپنی بنیاد دلائل اور برہان پر قائم کرتا ہے اور وہ انسان کی عقل اور دماغ کو مخاطب کرنا چاہتا ہے، گو اسکو اکثر مواقع ایسے ملتے ہین جہان استدلال

اوربرہان کی روشنی سے ایک قدم اٹھانا بھی مشکل ہے، **تصوف** انسان کے ذوق باطن اور
لذت وجدانی کو اپنا رہبر بناتا ہے، اور **شاعری** مخاطب کے انسانی، قومی، اخلاقی اور مذہبی
جذبات کے سہارے کھڑی ہوتی ہے،

سچ بولنا انسانیت کا اصلی جوہر ہے، لیکن یہ کہنا کہ سچ بولو کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ ہمیشہ سچ
بولا کرو، یہ مذہب کی زبان ہے، سچ بولو کیونکہ سچائی سے انسان کی عزت برقرار اور جماعت پر اُسکا
اعتماد قائم ہوتا ہے، فلسفہ کی بولی ہے، اور سچ بولو کہ سچائی سے دل مین ایک خاص قسم کی لذت
نورانی حاصل ہوتی ہے، تصوف کی تعلیم ہے، اور سچ بولا کرو کہ تم اس قوم کے فرزند ہو جس نے صداقت
اور راستی پر اپنی جانین قربان کردی ہین، سچ بولو کہ فطرت ہمیشہ سچ بولتی ہے، پھول کی خوشبو کبھی
ارادی غلطی سے اپنے کو بدبو نہین کہتی، روشنی اپنے کو کبھی تاریکی نہین کہہ سکتی، یہ دونون شاعری کے
محاورے ہین، [ف۵]

یہ مختلف راستے ہمیشہ سے الگ الگ تھے، لیکن سب سے پہلے حضرت موسیٰؑ کی چند صدیون کے
بعد اسرائیلی پیغمبرون مین مذہب اور شاعری کی مخلوط راہین نظر آتی ہین، حضرت داودؑ کی مزامیر،
حضرت سلیمانؑ کی غزلون اور اخیر زمانہ کے عبرانی پیغمبرون کے الہامی کلامون مین، اور سب سے
زیادہ حضرت عیسیٰؑ کے مواعظ مین، مذہب اور شاعری دوش بدوش مصروف کارفرمائی ہین،
اسلام مین عربون کا عنصر جب تک غالب رہا، یہ طریقے باہم ممزوج نہین ہوئے، عجمیت کے

ف۵ میرے ایک دوست قاضی عبدالوحید صاحب ایم۔ اے ایل ٹی جو عربی مین کافی دستگاہ رکھتے ہین اور جنکی رباعیات اکثر
ناظرین کے نظر سے گذرتی ہونگی، میرے اس خیال کو میری فرمائش سے بدیہۃً موزون کردیا ہے، آپ بھی سُن لین،

کیا چیز ہے شعر؟ سُن لو گفتار ہے وہ
(قول)
کیا اصل ہے فلسفہ کی؟ پندار ہے وہ
(علم)
مذہب کسے کہتے ہین؟ تصوف کیا ہے؟
کردار اگر ہے یہ تو رفتار ہے وہ
(فعل قلب) (فعل جوارح)

زنے جو نتائج پیدا کئے ان مین ایک یہ بھی تھا کہ تعلیم و تلقین کے یہ مختلف اسلوب ایک صف مین
گر انسان کو ہر راستہ سے متاثر کرنے لگے، پہلے یہ تھا کہ انسان اپنے ذوق اور مناسبت طبع کی
بنا پر ان مین سے ایک راستہ کو اپنے لئے انتخاب کرلیتا تھا، لیکن عجم کے صوفیون نے دیکھا کہ اس
طریقہ سے بہت کم تعداد ہماری گرفت مین آتی ہے، انھون نے چارون کو ملا کر ایک کردیا، تاکہ ہر
طالب انسان ان مین سے کسی ایک پر ضرور ہے کہ سر ڈالدیگا،

ہمارے خیال مین حکیم **سنائی** پہلے شخص ہین جو اس طریقۂ خاص کے موجد ہین، اور اسکے
بعد مولانائے روم کے عہد مین یہ فن عروج کمال تک پہنچ جاتا ہے مولوی رومی نے اپنے
سات دفترون مین سات آسمانون کے خزانے یکجا کردیئے، اور چونکہ وقت کی چیز تھی، اسلئے
اہل معنی مین اُسکی بے انتہا مقبولیت ہوئی، اور اب بھی وہ مقبول ہے، اور ایک حد تک اس نے
ملک و قوم کو فائدہ پہنچایا، تاہم یہ ماننا پڑیگا کہ چوتھی صدی سے لیکر دسوین صدی تک شعرائے
باطن نے ہمکو جو کچھ سمجھایا، قرآن پاک اور حدیث قدسی کی جو کچھ تفسیرین انھون نے کین، ہمارے
حاکمانہ غیظ و غضب، فاتحانہ جوش و خروش، اور مجاہدانہ زور و قوت کو اعتدال پر لانیکے لئے وہ ضروری تھا،
لیکن اب حالت یہ ہے کہ ہمارے مشتعل قویٰ سرد ہوگئے، ہمارے خون کی گرمی محکومانہ برودت سے
بدل گئی ہے، ہمارے قویٰ مین مفتوحانہ ضعف آگیا ہے، ایسی حالت مین اگر اسی پرانے نسخہ کا
استعمال جاری رہا تو برد اطراف کے بعد شاید وہ برد قلب کا باعث ہوجائے، اور ہماری قومی
زندگی کا ہمیشہ کے لئے خدانخواستہ خاتمہ ہوجائے، اسلئے ضرورت تھی کہ ہمارے اہل دل شعراء
مثنوی مولوی روم کا ایک دوسرا نسخہ ہمارے لئے تیار کردین،

شعرائے حال مین ڈاکٹر **اقبال** کو اللہ تعالیٰ نے اس ضرورت کے لئے چن لیا، انھون نے
اس مقصد کو پیش نظر رکھکر دو مثنویان لکھین، **اسرار خودی** اور **رموز بیخودی**، پہلی مثنوی میری

نظر سے نہین گذری، البتہ رد اور اعتراضات کے بعض بعض ٹکڑے اخبارات مین دیکھے، اس سفر مین مجھے مسٹر محمد علی کی زبان سے اوسکے متعدد ابواب سننے کا موقع ملا، انھون نے اس ذوق اور وجد کے ساتھ اسکے اشعار سنائے کہ مین سراپا اثر ہوگیا، شاعر نے جو کچھ کہا تھا اسکو ایک بہتر مفسر کی زبان سے سنکر خود بخود اسکے اسرار وحکم کے عقدے وا ہونے لگے،

اسوقت ہمارے پیش نظر اس مثنوی کا دوسرا حصہ رموز بیخودی ہے، یہ مثنوی چھوٹی تقطیع کے ۱۳۹ صفحہ مین عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتھ چھپی ہے، زبان فارسی اختیار کیگئی ہے اور یہ شاید اسلئے تاکہ اسکے فوائد ہندوستان کی دیوارون تک محدود نہ رہین، بلکہ دنیا کی وہ تمام آبادی جسکی حیات ملی کو اسمین خطاب کیا گیا ہے اسکو سمجھ سکے،

"زبان کے لحاظ سے مین ڈاکٹر اقبال کو ان شعرا مین گنتا ہون جو معنوی محاسن اور باطنی خوبیون کے مقابلہ مین الفاظ اور محاورون کی ظاہری صحت کی پروا نہین کرتے لیکن حق یہ ہے کہ اس ایک لغزش مستانہ پر ہزارون سنجیدہ اور متین رفتارین قربان ہین، مصرعون کے دروبست اور فصل و وصل مین قصور ممکن ہے، لیکن یہ ناممکن ہے کہ جو مصرع ڈاکٹر اقبال کی زبان سے نکلجاے وہ تیر ونشتر بنکر سننے والون کے دل وجگر مین نہ اترجائے، شاید اسکا سبب یہی ہے کہ ڈاکٹر اقبال اپنے مخاطب کے احساسات پر مذہب، فلسفہ، تصوف، اور شاعری ہر راہ سے حملہ کرتے ہین، اور اسلئے اختلاف مذاق کے باوجود ان مختلف راہون مین سے کسی ایک سے بھی بچکر نکل نہین سکتا"

زیر تقریظ مثنوی میرے خیال مین زبان کے لحاظ سے اسرار خودی سے بہتر ہے، اور اصل معنی کے لحاظ سے دونون مین یہ فرق ہے کہ اسمین مظاہر سیاست بیشتر اور اس مین مذہب کے عناصر زیادہ ہین، لیکن منزل مقصود ایک ہے، اسوقت مسلمانون مین دوباعث زندگی

پیدا کرینگی جو تدبیرین اختیار کیجارہی ہین، حکماے ملت ان مین مسلمانون کے مزاج قومی کی تشخیص نہین کرتے، مسلمانون کے قومی مزاج کو جن لوگون نے پہچانا ہے وہ صرف تین شخص ہین مولانا شبلی نے آخری تین سال کے کلام مین، مولانا ابوالکلام نے مجلدات الہلال مین، اور ڈاکٹر اقبال اپنی ان دو مثنویون مین، اور اب معلوم ہوتا ہے کہ یہ راستے اورون پر بھی مکشوف ہورہے ہین،

رموز بیخودی، جسکا اصل مقصود "ملت اسلامیہ کے اسرار حیات کی تشریح" ہے، حسب ذیل عنوانون پر منقسم ہے، جسکے دوسرے معنی یہ ہین کہ مسلمانون کی راہ ترقی کے حسب ذیل منازل ہین،

(۱) افراد اور قوم مین باہمی نسبت،

(۲) قومیت کی پیدائش افراد کی اجتماعی کیفیت سے ہوتی ہے، اور اجتماعی کیفیت صرف ت کے یقین سے پیدا ہوتی ہے، اور یہی یقین منتشر افراد کو ایک سلسلہ مین منسلک کردیتا ہے،

(۳) ملت اسلامی کے اساسی ارکان مین سے پہلا رکن توحید ہے، اور توحید کے معنی یہ ہین کہ ایک ذات برتر کے آگے اپنے کو ہیچ اور بے مقدار جانکر تمام دنیا سے بیخوف اور نڈر ہوجانا،

(۴) جس طرح ایک فرد کے لئے آخری لمحۂ حیات وہ ہے، جب وہ اپنے وجود سے مایوس اور ناامید ہوجاے، اسی طرح قومون کی زندگی کے خاتمہ کا دن وہ ہے جب وہ اپنے قومی زندگی سے ناامید اور مایوس ہوجائین، مسلمانون کی قوم مین آج جو افسردہ دلی اور موت سی نظر آتی ہے وہ اسی حزن وملال اور یاس کا نتیجہ ہے، مسلمانون کو یہ چیزین اپنے دل سے صاف نکالدینی چاہئین، اور اسمین کامیابی صرف تکمیل ایمان سے ہوسکتی ہے، قرآن مجید کی آیت مبارکہ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اسی معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے، پیغمبرون کو بھی اسی لئے لا تخف لا تحزن اور مسلمانون کو لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون کی تعلیم دیگئی ہے،

(۵) ملت کا دوسرا رکن اساسی، اقرار رسالت ہے، اور بغیر اسکے جیسا پہلے اشارہ کیا گیا، قومیت کا شیرازہ نہین بندھتا،

اسکے بعد شاعر نے نہایت عمدہ پیرایۂ قصص و حکایات مین حسب ذیل امور کی تشریح کی ہے،

۱- حکایت بوعبید در معنی اخوت اسلامیہ،

۲- حکایت سلطان مراد در معنی مساوات اسلامیہ،

۳- در معنی حریت اسلامیہ و سرّ حادثۂ کربلا،

۴- در معنی اینکہ چون ملت محمدیہ موسّس بر توحید و رسالت است، پس نہایت مکانی ندارد (یعنی اسکی جغرافی تحدید نہین ہو سکتی، بلکہ تمام دنیا اسمین شامل ہو سکتی ہے،

۵- در معنی اینکہ ملت محمدیہ نہایت زمانی ہم ندارد کہ دوام این ملت شریفہ موعود است، (اسکے یقین سے مسلمانون کا حزن و یاس دور ہوگا)،

(۶) در معنی اینکہ نظام ملت غیر از آئین صورت نہ بندد و آئین ملت محمدیہ قرآن است،

۷- در معنی اینکہ پختگی سیرت ملیہ از اتباع آئین الٰہیہ است،

۸- در معنی اینکہ حسن سیرت ملیہ از تادّب بآداب محمدیہ است،

۹- در معنی اینکہ حیات ملیہ مرکز مشہود (محسوس) می خواہد، و مرکز (محسوس) ملت اسلامیہ بیت الحرام است،

۱۰- در معنی اینکہ جمعیت حقیقی از محکم گرفتن نصب العین ملی است و نصب العین محمدیہ حفظ و نشر توحید است،

۱۱- در معنی اینکہ توسیع حیات ملیہ از تسخیر قواے نظام عالم است،

۱۲- در معنی اینکہ کمال حیات ملیہ این است کہ ملت مثل فرد احساس خودی پیدا کند

و تکمیل این احساس، از ضبط روایات ملیہ ممکن گردد،

۱۳- در معنی اینکہ بقاے نوع از امومت است و حفظ و احترام امومت اصل اسلام است،

۱۴- در معنی اینکہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء اسوۂ کاملہ است براے نساء اسلام،

۱۵- خلاصۂ مطالب مثنوی در تفسیر سورۂ اخلاص است،

شاعر نے ان مطالب پانزدہ گانہ مین سے ہر ایک کو واقعات، حکایات اور آیات قرآن و حدیث سے محکم کیا ہے، قرآن مجید کی آیتین نہایت خوبی سے اس انگشتری کا نگینہ بنتی چلی گئی ہین جہانتک ہمارے مطالعہ نے کام دیا ہے، احادیث مین دفعہ ۴ اسکے علاوہ اور تمام واقعات صحیح ماخذون سے لئے گئے ہین،

مثنوی کے ابتدائی ابیات جنکا عنوان "پیشکش بحضور ملت اسلامیہ" ہے، یہ ہین،

اے ترا حق زبدۂ اقوام کرد   ختم بر تو دورۂ ایام کرد

اے مثال انبیا، پاکان تو   ہمگر دلہا، جگر چاکان تو

اے بعشق دیگران دل باختہ   جلوہ ہاے خویش را نشناختہ

اے فلک مشت غبار کوے تو   "اے تماشا گاہ عالم روے تو"

ہمچو موج آتش تہ پا میروی   "تو کجا بہر تماشا می روی"

اے نظر بر حسن ترسا زادہ   اے ز راہ کعبہ دور افتادہ

رمز سوز آموز از پروانہ   در شرر تعمیر کن کاشانہ

یہ مثنوی بھی ڈاکٹر اقبال کی دوسری نظمون کی طرح تعقید لفظی اور معنوی سے بری ہین تاہم بعض مقامات پر مسلسل اشعار اسقدر روان اور سلیس البیانی کے ساتھ موثر ہین کہ بار بار انکے پڑھنے کو جی چاہتا ہے، خوف و یاس کی برائی مین لکھتے ہین،

از دمش ببرد قواے زندگی   خشک گردد چشمہاے زندگی

خفتہ باغم در تہ یک چادر است   غم رگ جان را مثال نشتر است

ایکہ در زندان غم باشی اسیر   از نبی تعلیم لا تحزن بگیر

این سبق، صدیق را صدیق کرد   سرخوشش از پیمانہ تحقیق کرد

گر خدا داری ز غم آزاد شو   از خیال بیش و کم آزاد شو

دشمنت ترسان اگر بیند ترا   از خیابانت چو گل[51] چیند ترا

ضرب تیغ او قوی تر می فتد   ہم نگاہش مثل خنجر می فتد

بیم چون بند است اندر پاے ما   ورنہ صد سیل است در دریاے ما

ہر شر پنہان کہ اندر قلب تست   اصل او بیم است اگر بینی درست

لابہ و مکاری و کین و دروغ   این ہمہ از خوف میگیرد فروغ

پردۂ زور و ریا پیراہنش   فتنہ را آغوش مادر دامنش

ہر کہ رمز مصطفیٰ فہمیدہ است   شرک را در خوف مضمر دیدہ است

اتباع شریعت کے باب مین لکھا ہے،

ایکہ باشی حکمت دین را امین   با تو گویم نکتۂ شرع مبین

چون کسے گردد مزاحم بے سبب   با مسلمان در اداے مستحب

مستحب را فرض گردانیدہ اند   زندگی را این قدرت دیدہ اند

روز ہیجا لشکر اعدا اگر   از خیال[52] صلح گردد بے خطر

گیرد آسان روزگار خویش را   بشکند حصن و حصار خویش را

[51] اس تشبیہ مین کم از کم مجھکو کلام ہے۔ [52] شاید یہ فارسی محاورہ نہین۔

سر این فرمان حق دانی کہ چیست   زیستن اندر خطر ہا زندگیست

شرع می خواہد کہ چون آئی بجنگ   شعلہ گردی واشگافی کام سنگ

آزماید قوت بازوے تو   می نہد الوند پیش روئے تو

باز گوید سرمہ ساز الوند را   از تف خنجر گداز الوند را

نیست پیش ناتوانے لاغرے   داو خور سر پنجۂ شیر نرے

باز چون با صعوہ خوگر می شود   از شکار خود زبون تر می شود

خستہ باشی استوارت می کند   پختہ مثل کوہسارت می کند

ہست دین مصطفیٰ دین حیات   شرع او تفسیر آئین حیات

گر زمینی آسمان سازد ترا   آنچہ حق می خواہد آن سازد ترا

صیقلش آئینہ سازد سنگ را   از دل آہن رباید زنگ را

اسی طرح تمام بیان مسلسل، بلند اور پر اثر ہے،

ڈاکٹر اقبال نے عالمگیر اور اکبر کی نسبت اپنا جو خیال ضمناً ظاہر کیا ہے، اب اکثر ارباب فکر اسی نتیجہ پر ہین:

شاہ عالمگیر گردون آستان   اعتبار دودمان گورگان

پایۂ اسلامیان برتر ازو   احترام شرع پیغمبر ازو

درمیان کارزار کفر و دین   ترکش ما را خدنگ آخرین

تخم الحادے کہ اکبر پرورید   باز اندر فطرت دارا دمید

شمع دل در سینہ ہا روشن نبود   ملت ما از فساد ایمن نبود

حق گزید از ہند عالمگیر را   آن فقیر صاحب شمشیر را

برقِ تیغش خرمن الحاد سوخت | شمع دین در محفل ما بر فروخت
کور ذوقان داستانها ساختند | وسعت ادراک او نشناختند
شعلۂ توحید را پروانہ بود | چون براہیم اندرین بتخانہ بود

اسی طرح مثنوی کے اکثر ابواب مین مذہبی حقائق فلسفیانہ تشریح کے ساتھ صوفیانہ رنگ مین شعر بنتے چلے گئے ہین،

"ایک بالغ نظر شخص اس مثنوی مین الفاظ کی صحت یا صحیح فارسی معنی مین انکے استعمال کی صحت مین شک اور بعض فارسی محاورون کی گرفت کرسکتا ہے، لیکن اصل یہ ہے کہ اقبال کے شاعرانہ خیالات مین اتنی تیز روانی ہے کہ یہ خس وخاشاک اسکی خوبی ولطافت مین مزاحم نہین ہوسکتے، اسی لئے اس تقریظ مین انکی طرف توجہ نہین کیگئی، نکتہ چینی اور حرف گیری بہت ہوچکی، اب کچھ سوچنا اور سمجھنا بھی چاہیئے، اور یہی اس مثنوی کا اہم المطالب ہے،"

علاوہ ازین ڈاکٹر اقبال نے جو اسرار و نکات اسمین حل کئے ہین، انکی بنا پر یہ مثنوی نہ صرف شاعری اور فن قومیات کا ایک رسالہ ہے، بلکہ ہمارے خیال مین جدید علم کلام کی ایک بہترین کتاب ہے توحید کا ثبوت، رسالت کی ضرورت، قرآن پر ایمان رکھنے کا سبب، قبلہ کی حاجت وغیرہ اعتقادی مسائل پر نہایت پراثر اور تشفی بخش دلائل اسکے اندر موجود ہین،

طبع وکاغذ اعلےٰ، قیمت عہ مصنف سے لاہور کے پتہ سے ملیگی،

ادبیات

فریاد اکبر

ناگپور جاتے ہوئے چند گھنٹون کے لئے الہ آباد اترنے کا اتفاق ہوا، اور یہ وقت جناب سید اکبر حسین صاحب کی ملاقات مین صرف ہوا، ناظرین کے لئے اس ملاقات کا بہترین تحفہ نظم ذیل ہے،

اسوقت مولویت صوفی سے بھڑ گئی ہے | اغیار کو ہو مژدہ آپس مین چھڑ گئی ہے
ملا کو زعم ہے یہ دانم چہ میگویم | صوفی کو یہ کہ دارم پائے چرا نپویم
ملا یہ کہہ رہے ہین میرا رسالہ دیکھو | صوفی کا ہے اشارہ میرا پیالہ دیکھو
ملا یہ کہہ رہے ہین قرآن ہی سے بولئے | صوفی یہ کہہ رہے ہین معنی سمجھ کے پڑھیئے
ملا پکارتے ہین منطق کی جنگ اچھی | صوفی کا ہے ترانہ حق کی ترنگ اچھی
اس جنگ مین ہی بیشک نادانی سیاسی | یہ بات ہے یقینی ہرگز نہین قیاسی
گر قید ظاہری کی پاتے ہین اُنمین قلت | وہ بھی جماعتین ہین یہ بھی ہے نظم ملت
اپنے طریق مین تو ہر سمت اب کمی ہے | مجلس مین ہے تزلزل میلون مین برہمی ہے
کہنے مین کر رہے ہین ہم یہ ریفارمیشن | دیکھا نہین تھا لیکن مُردون کا آپریشن
بازو قوی جو رکھتے ہوتی اگر حکومت | اسوقت شاید آتی کچھ کام یہ خصومت
تنگی رزق نے تو چرخے دبے ہین کتوا | کیسی دلیل شرعی کیسا خرد کا فتوے
ہونا ہیگا نشتر پہلے جلائے تو | جان حزین کو اُنکے تن سے ملائے تو
ہے ہاتھ مین قلم بھی منھ مین زبان بھی ہے | لیکن یہ دیکھئے تو حضرت مین جان بھی ہے
وضع کہن کا مٹنا اسکی یہ اُت نہین ہے | نیشے سے توڑ دو تم ایسا یہ بت نہین ہے

اسوقت کیا تمہاری یہ خوشخیالیان ہین | آپس مین گالیان ہین غیرون کی تالیان ہین
بہتر ہے کام لینا نغمات موعظت سے | لیکن گلے کو رُد کو ایسی چلت پھرت سے
شیعہ ہون خواہ سُنّی، ملا ہون خواہ صوفی | بیہودہ بحث باہم ہے سخت بیوقوفی
باتین نئی کہان سے لاکر کوئی کہیگا | تم بھی وہی رہو گے وہ بھی وہی رہیگا
دیکھو ذرا تنزل تو خود ہی زور پر ہے | موقوف کیا یہ حالت آپس کے شور پر ہے

وقتِ نزاع باہم ہرگز نہین ہے یارو
اللہ کو پکارو، اللہ کو پکارو

رباعیات وحید

کچھ لوگون مین ہمنے مے پرستی دیکھی | کچھ ایسے تھے جنمین فاقہ مستی دیکھی
اس بزم جہان کی شمع تھی ایکسا جسے | روتی کبھی دیکھی، کبھی ہنستی دیکھی

مجرم تہا وحید جسکی ہے لاش یہی | فطرت کی ہو آخری سزا کاش یہی
آغاز، حیات، اور انجام، فنا، | روداد جو ہے یہی تو پاداش یہی

ہم کب سے اسیر دست بیداد ہوے | کب وقف فغان وآہ وفریاد ہوے
ہے جب سے حیات کی نفس پر بنیاد | سمجھو کہ اسی روز سے برباد ہوے

قطعہ

ایک ہستی کے دو مظاہر ہین | تو حفا کیش مین جفا کش ہون
تو سراپا جمال مین پر تو | تو ہے مدہوش اور مین غش ہون

مطبوعاتِ جدیدہ

بدیہہ گوئی، عربی مین تاریخ سے کسیقدر فروتر، اور عام قصص وحکایات سے بالاتر ایک فن ہے جو ادب وتاریخ کا جامع ہے اسکو محاضرات کہتے ہین، اردو مین اسکی صحیح مثال موجود نہین، گوادنی درجہ کا اردو مین جو تاریخی سرمایہ بڑہایا جارہا ہے وہ اسی قسم مین داخل کرنیکے لائق ہی لیکن انکے مولفین کو چونکہ انکو تاریخ کہنے کی تاکید ہے، اسلئے ہم اسکے محاضرات کہنے پر اصرار نہین کرسکتے،

ابہی حال مین جناب سید ناظر الحسن صاحب ہوش بلگرامی ایڈیٹر ذخیرہ حیدرآباد نے بدیہہ گوئی کے نام سے ایک رسالہ لکھاہے جو اس فن کی صحیح مثال ہے، مولف نے عربی فارسی اور اردو ماخذون سے شعرا کی بدیہہ گوئی کے نہایت دلچسپ واقعات جمع کئے ہین، ساتھ ساتھ شعرا کے مختصر تذکرے بھی لکھے ہین، طرز بیان سہل، زبان صاف اور واقعات شایستہ ہین تقطیع چھوٹی، ضخامت ۲۰۰ صفحہ، لکھائی چھپائی متوسط، قیمت، پتہ: دفتر ذخیرہ حیدرآباد دکن،

سیرۃ فاطمۃ الزہرا، حضرت فاطمہ زہرا رض کے حالات مین جناب ملک محمدالدین صاحب ایڈیٹر صوفی نے ایک کتاب لکھی ہے اور اہتمام سے اسکو چھاپا ہے، جابجا مقامات کی عکسی تصویرین لگائی ہین، واقعات کی مناسبت سے شعرا حال سے اشعار کہوا کر مناسب ترتیب سے ضم کئے ہین، عبارت اور طرز ادا مین سوز وگداز اور طریق محبت ہے، لیکن با این ہمہ امور اگر سچ کہنا موجب ملال نہو تو ہم کہہ سکتے ہین کہ نہ صرف اشعار اور عبارت مین خامی اور رکاکت ہے بلکہ واقعات کے انتخاب مین بھی بے احتیاطیان کیگئی ہین، اکثر صحیح واقعات تو متروک ہین لیکن انکے بجاے ناسخ التواریخ وغیرہ سے غیر محتاط واقعات بکثرت نقل کئے گئے ہین، تاہم مسلمان عورتون کے لئے

اسکا پڑھنا بہر حال سودمند ہے، قیمت مجلد سے (۳)، غیر مجلد عہ، پتہ: دفتر صوفی، پنڈی بہاؤالدین گجرات

معارف اسلام، نام ایک مختصر اردو مثنوی پنجاب کے ممتاز اہل قلم مولوی الف دین صاحب نفیس بی، او، ایل، وکیل کیمبل پور نے لکھی ہے، مولویصاحب نے اس مثنوی مین مذہب اور اخلاق کے حقائق و اسرار نظم فرمائے ہین، شاعری کی حیثیت سے گو "مباحات" پر عمل اعتدال سے زیادہ کیا گیا ہے، تاہم اصل معنی کے لحاظ سے ہماری زبان کے ممتاز قومی نظمون مین اسکو داخل ہونا چاہیئے، تقطیع خورد، ضخامت ۳۴ صفحہ، لکھائی چھپائی، کاغذ اعلی، قیمت ۸ر مصنف سے طلب کیجئے،

ہدایۃ الصرف، عربی زبان کے علم صرف پر اردو مین ایک مختصر رسالہ مولوی سید فاروق علی صاحب جبلپوری نے تالیف فرمایا ہے، اس رسالہ مین یہ خصوصیت رکھی گئی ہے کہ ہر ایک قاعدہ کو ایک ایک سبق کا نمبر لگا کر الگ الگ لکھا ہے، بیان قاعدہ کے بعد عربی فقرے جو زیادہ تر قرآن مجید کی آیتین ہین، اس قاعدہ کی مشق کے لئے ہر سبق کے بعد التزاماً اضافہ کئے ہین، طرز بیان سہل اور ترتیب و طریقۂ بیان جدید اصول کے مطابق ہے، صرف ایک چیز ہمارے نزدیک قابل اصلاح ہے، مولف نے جو عربی فقرے مشق قاعدہ کے لئے لکھے ہین وہ سال اول کے طالب العلم کے لحاظ سے مشکل بلکہ ادق ہین، انکو آیندہ ہلکا اور سہل کرنا چاہیئے، ضخامت ۴۴ صفحہ، قیمت ۲ر، پتہ: سید باقر علی شاہ صاحب جامع مسجد جبلپور،

نغمہاے نفیس خطاب، جناب مولوی حکیم محمد قیام الدین صاحب نجت امام شاہی جامع مسجد آنریری مجسٹریٹ جونپور نے اعلیحضرت فرمانرواے کشور دکن کے عطاے خطاب (۱۹۱۸ء) کی چند نادر تاریخین کہی ہین، جنکے مجموعہ کا نام "نغمہاے نفیس خطاب" ہے، خود اس عنوان سے بھی تاریخ نکلتی ہے (۱۹۱۸ء) پہلی نظم کا عنوان "تہنیت تام خطاب" ہے، اور خاتمہ "نتیجۂ فکر نحیف نجت" ہے

دونون بھی تاریخی مادے ہین، یہ نظم ۲۲ اشعر یعنی ۴۴ مصرعون پر مشتمل ہے، ان مین سے ہر مصرع مستقل تاریخ ہے، یعنی ایک نظم کے ۲۲ اشعرون سے ۴۴ تاریخین نکالی ہین دوسرا قطعہ صنعت ذو بحرین، اور تاریخ صدری و معنوی مین ہے،

تیرہ سو چھتیس ہے یہ سال ہان (۱۳۳۶ھ)	نجت اسی سنہ مین ملا شہ کو خطاب

تیسرا قطعہ صنعت زبر و بینہ مین ہے، چوتھا صنعت ضرب مین اور پانچوین قطعہ مین الفاظ خطاب سے تاریخ نکالی ہے، ع

ہز اگزالٹڈ ہائنس شہریار
(۱۳۲۰ف الی)

مادہ اس تاریخ مین نکالا گیا ہے جو ریاست حیدرآباد کی سرکاری تاریخ ہے، ہمارے نزدیک شاعر نے اپنی قوت تاریخ گوئی کا کمال دکھایا ہے، ایک صفحہ کی لنبی تقطیع پر یہ قطعات چھاپے گئے ہین،

سیر قفس، مولوی محمد بدرالدین صاحب بی - اے ایل ایل بی وکیل مرادآباد نے قصہ کے پیرایہ مین تعلیم نسوان پر محاکمہ لکھا ہے، ایک پرندہ کی زبان سے قصہ کی ابتدا ہوتی ہے، بولا بھالا پرندہ افلاطون کی سی حکمت کی باتین کرتا ہے، اور شادی، انتخاب زوج، پرورش اولاد، تعلیم کے مسائل انسانون کو سمجھاتا ہے، قصہ کی عبارت بھی دلکش اور فصیح ہے، قیمت ۲ر، پتہ: منیجر پبلک پریس مرادآباد، ضخامت ۴۱ صفحہ،

آتالیق، حیدرآباد دکن سے بچون کے لئے ایک ماہوار رسالہ مولوی عبدالرب صاحب کی اڈیٹری اور نظامت تعلیمات حیدرآباد کی سرپرستی مین دو مہینے سے نکلتا ہے، مضامین عمدہ اور مفید ہوتے ہین، حیدرآباد کے اکثر اہل قلم کے مضامین ان دو نمبرون مین موجود ہین، امید ہے کہ ریاست نظام اپنے ابتدائی مدارس اور مکاتب مین اسکو اشاعت دیگی، قیمت باختلاف کاغذ

۶ر دہرے، پتہ: دفتر اتالیق محلہ سلطان شاہی حیدرآباد دکن،

سعید، مولوی حامد حسن صاحب قادری بچھرایونی، مدرس ادب فارسی اسلامیہ اسکول کانپور نے چھوٹے طالب العلمون کے لئے ایک پندرہ روزہ اخبار نکالنا شروع کیا ہے، مضامین ابتدائی طالبعلمون کے حسب حال اور بعض خود طلبہ کے لکھے ہوئے ہوتے ہین، عبارت اور طرز ادا نہایت سادہ اور سہل، فقرے چھوٹے اور خط صاف اور پاشان ہوتے ہے، مولوی صاحب اردو کے ادیب ہین، اسلئے سعید کی ترقی کی امید بیجا نہین، قیمت سالانہ ۱۲ع

پتہ: دفتر سعید کانپور،

لکچر، یہ ایک لکچر ہے جو صاحبزادہ محمد سعید الظفر خان صاحب نے میڈیکل کالج لکھنؤ مین چھوٹے بچون کی تعلیم کے صحیح اصول پر دیا ہے، قیمت ۲ر، الناظر پریس لکھنؤ سے ملسکتا ہے،

نعتیہ کلام، یہ چند نعتیہ غزلون کا مجموعہ ہے، جنکو محمد اسحاق خان ابن مولانا عبد الباری نے جمع کیا ہے، ۲ر قیمت ہے، حاجی محی الدین تاجر کتب بنگلور سے ملسکتا ہے،

جلد دوم	ماہ رجب سنہ ۳۶ھ مطابق مئی سنہ ۱۸ء	عدد یازدہم

مضامین